رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

ہر سوموار اور جمعرات کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا
اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کردیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

الفضل

مضامین بنام ایڈیٹر

کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو۔

ایڈیٹر:۔ غلام نبی ✻ اسسٹنٹ۔ مہر محمد خان

نمبر ۷۶، ۷۷ | مورخہ ۱۱/۱۴ اپریل سنہ ۱۹۲۱ء | دو شنبہ و پنجشنبہ | مطابق ۲/۵ شعبان سنہ ۱۳۳۹ھ | جلد ۸

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت ناساز ہے۔ ۹ر اپریل کو حضور کو بخار رہا۔ اللہ تعالیٰ شفا کامل بخشے۔

۶ر ۷ر اپریل کی درمیانی شب میں جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کے مکان میں چوروں نے نقب لگایا۔ اور قریباً تمام کپڑوں کے ٹرنک خالی کر گئے۔ نقصان کا اندازہ ایکہزار روپیہ ہے۔

اسی رات ڈاکٹر نور بخش صاحب کے مکان کی قفل شکنی بھی ہوئی۔ روپیوں کی صندوقچی چور لے گئے۔ جس میں ساٹھ ایک روپیہ تھے۔ پولیس مصروف تحقیقات ہے۔

مولوی علی احمد صاحب ایم اے بھاگلپوری حسب الحکم امام وارد دار الامان ہو گئے ہیں۔ عنقریب آپ ایک لمبے سفر تبلیغ پر روانہ ہونگے۔

اخبار احمدیہ

ہمارا ایک اور مبلغ لندن میں

تازہ ڈاک ولایت سے معلوم ہوا ہے۔ کہ شیخ احمد اللہ صاحب ہیڈ کلرک چھاؤنی نوشہرہ بغرض تبلیغ بخیریت لندن میں پہونچ گئے ہیں۔ خدا ان کے ساتھ ہو۔

ہمارا مبلغ کلکتہ میں

مولوی محفوظ الحق صاحب علمی (مولوی فاضل) کا خط آیا ہے۔ کہ وہ ۵ر مارچ کو کلکتہ پہنچ گئے ہیں۔ خاکسار رحیم بخش ناظر تالیف اشاعت

حضرت میر ناصر نواب صاحب کا دورہ

حضرت میر صاحب موصوف مع بابا محمد حسن واعظ بائیکاٹ سے بچتے ہوئے ضلع منٹگمری و ضلع ملتان و ضلع ڈیرہ غازیخان

افریقہ میں نیّر

احباب منتظر ہیں۔ اگلے پرچہ میں مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر کا پہلا خط افریقہ سے درج ہوگا جو اپنے اندر بہت سی خوشخبریاں رکھتا ہے (ایڈیٹر)

ادنیٰ ذاتوں میں تبلیغ

میں حضرت امام کے ارشاد کے ماتحت دورے میں مصروف ہیں ان اضلاع کی انجمنوں کو آپ کے مفوضہ کام میں مدد کرنی چاہئے۔

ادنیٰ ذاتوں میں تبلیغ کیلئے ایک اَن پڑھ مبلغ کی ضرورت ہے۔ جو اپنی زندگی خدمت اسلام کی خاطر وقف کرے۔ اور تمام ادنیٰ اقوام کو صراط مستقیم کی طرف لانے کی کوشش کرے۔ گذارہ کیلئے مبلغ دس روپیہ ماہوار تنخواہ دی جائیگی۔ سفر خرچ اسکے علاوہ ہوگا۔ درخواستیں بنام ناظر تالیف و اشاعت آویں۔

۱۴ر مارچ کا الفضل

بعض احباب ۱۴ر مارچ کا الفضل طلب کر رہے ہیں حالانکہ وہ شائع نہیں ہوا۔ البتہ ۲۴ر مارچ کو الفضل نکلا احباب کو چاہیئے۔ کہ وہ صرف یہ دیکھ لیا کریں کہ نمبر مسلسل ہے یا نہیں۔ اور بجائے تاریخ کے نمبر کے لحاظ سے اخبار طلب فرمایا کریں۔ مینیجر

(بسم اللہ الرحمن الرحیم)
الفضل

قادیان دارالامان - ۱۱/۱۴ اپریل سنہ ۱۹۲۱ء

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ
کی
غیر احمدیوں کے جلسہ کے متعلق
پُرشوکت و جلال تقریر

یہ تقریر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے ۲۱ و ۲۲ مارچ کی درمیانی شب کو ۹ بجے سے قریباً گیارہ بجے تک مرزا گل محمد صاحب ابن مرزا نظام الدین صاحب مرحوم کے مکان کے صحن میں فرمائی۔ جو حضور کے ملاحظہ کے بعد شایع کی جاتی ہے۔ (ایڈیٹر)

حضور نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

تمہید میں آج آپ لوگوں کے سامنے پہلے تو وہ اسباب بیان کرونگا۔ جن کی وجہ سے وہ انتظام کرنا پڑا۔ جو خلاف معمول یہاں نظر آ رہا ہے۔ اس کے بعد ان لیکچروں کے متعلق کچھ بیان کرونگا جو ان دنوں میں غیر احمدیوں کے یہاں ہوئے۔ اور پھر وہ باتیں بتاؤنگا۔ جو صداقت کا نشان ہوتی ہیں *

ہم نے حفاظت کیلئے یہ سامان کیوں کئے قادیان دارالامان ہے۔ لیکن یہاں ایسا انتظام تھا۔ جو فوجی انتظام کے مشابہ تھا ہم میں سے ہر ایک کسی خاص کام پر مقرر تھا حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی کاموں پر مقرر تھے۔ جو اپنے متعلقہ کام خوشی سے کر رہے تھے۔ ہماری گلیوں۔ ہمارے مکانوں۔ ہمارے مقبروں اور ہماری مسجدوں پر پہرے تھے۔ برطانیہ کی گورنمنٹ کے ماتحت جو ایک باامن گورنمنٹ ہے۔ اس انتظام پر بعض لوگوں کو تعجب ہوتا ہوگا۔ اور ممکن ہو کہ جو لوگ آتے ہی کسی کام پر لگا دیئے گئے۔ ان کو خیال ہو کہ کیا وجہ تھی۔ جسکے باعث ہمیں یہ انتظام کرنا پڑا۔ اور یہ ضرورت کیوں پیش آئی۔ قادیان میں پہلے بھی جلسے ہوئے۔ آریوں کے جلسے باقاعدہ ہوتے ہیں۔ سکھوں کے جلسے بھی باقاعدہ ہوتے ہیں۔ غیر احمدیوں کا جلسہ بھی پچھلے دو تین سال ہوئے ہوا تھا۔ اور ان کے علماء آتے رہتے ہیں۔ وعظیں کرتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں مولوی نور احمد صاحب ساکن لکھو کے یہاں آئے۔ ان کے ساتھ ہمارے بعض دوستوں کا برسر بازار مباحثہ بھی ہوا۔ پیچھے جو باقاعدہ جلسہ غیر احمدیوں کا ہوا تھا۔ اسمیں ان کے اور مولویوں کے علاوہ مولوی ثناء اللہ بھی آئے تھے۔ مگر ان مواقع میں سے ہم نے کسی موقعہ پر کوئی ایسا انتظام نہیں کیا تھا۔ پھر اس دفعہ کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ یہ انتظام کیا گیا *

ہمارے دشمنوں کے ناپاک ارادے اسکے لئے یاد رکھو کہ ہم یہ نہ کرتے۔ مگر ہماری آنکھوں نے بعض خاص باتیں دیکھیں اور ہمارے کانوں نے سُنیں۔ اسلئے ہمیں احتیاطاً یہ انتظام کرنا پڑا۔ ہم چھ مہینے سے ان کے جلسہ کے متعلق سُن رہے تھے۔ مگر ہمیں اس کے متعلق کچھ خیال نہ تھا۔ نہ ہم نے اس کے لئے باہر اپنے آدمیوں کو اطلاع دی تھی۔ نہ ہمیں کسی تدبیر کا خیال تھا۔ لیکن چند ہی دن ہوئے جبکہ مجھے ایک الیکشن کی شہادت کیلئے لاہور جانا پڑا تو ایک دن صبح کی نماز کے بعد ایک دوست نے بتایا۔ کہ لاہور کے تمام بڑے بازاروں میں قریباً ہر دس بیس گز کے فاصلہ پر ایک بڑا اشتہار چسپاں ہے۔ جسمیں لکھا ہوا تھا کہ:-

”قادیانی جماعت کے کافر المسلمین کے خلاف مذہبی مسائل کا تصفیہ اور اختلاف کا سدباب کرنے کے لئے علماء ہند کا ایک عظیم الشان جلسہ“ ہوگا۔ (اشتہار بعنوان ”جمعیۃ العلماء اور مرزائی جماعت قادیانی“)

اُسی وقت ایک دوست نے ایک اخبار کا کٹنگ دکھایا۔ جسمیں لکھا تھا کہ خلافت کے بارے میں جو کہ احمدی لوگ عام مسلمانوں سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اسلئے ان کے اقوال و افعال کا سدباب کرنے کے لئے علماء قادیان جائینگے تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان کی مدد کریں۔ (پیسہ اخبار)

اب یہ ظاہر ہے کہ افعال کا سدباب دلائل سے نہیں ہوا کرتا کیونکہ ہمیشہ بات کا جواب بات ہوتی ہے۔ اور افعال کا افعال سے پس افعال کے سدباب کی نیت سے جو قوم چلی تھی۔ اس کی غرض فتنہ کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ اور پھر تمام ہندوستان کے مسلمانوں کا قادیان میں جمع ہو کر علماء کی مدد کرنے سے سوائے اسکے اور کیا مطلب ہو سکتا تھا۔ کہ کوئی فتنہ اٹھایا جائیگا۔ اگر علماء نے محض مسائل بیان کرنے تھے۔ تو ہندوستان کے عوام ان کی کیا مدد کر سکتے تھے۔ ہاں جب علماء کی نیت فتنہ ڈلوانے کی تھی۔ اسوقت ضرورت تھی۔ کہ لوگ ان کی مدد کرتے۔

امرتسر میں مولویوں کی حرکتیں ان باتوں سے ظاہر ہے کہ ان کی نیت اچھی نہ تھی۔ ساتھ ہی جبکہ ہم ان علماء کہلانیوالوں میں سے بعض کی وہ حرکتیں دیکھ چکے تھے۔ جو پچھلے سال امرتسر میں میرے لیکچر کے دوران میں انہوں نے کی تھیں۔ تو ہمارے دلوں میں ان پر حسن ظنی کرنے کی کوئی وجہ بھی باقی نہ رہتی تھی۔ امرتسر میں جو کچھ ان لوگوں نے کیا۔ جن لوگوں نے اسکو دیکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ کس طرح بعض مولوی کہلانے والوں نے قلندروں کی سی حرکتیں کیں۔ کس طرح وہ اُچھلتے تھے۔ اور آگے پیچھے کُود تے پھرتے تھے۔ اور صفحہ صفحہ سطر سطر اور مطبع مطبع پوچھتے تھے۔ اسوقت پولیس والے ان کو سمجھاتے تھے۔ مجسٹریٹ ان کو روکتے تھے۔ مگر وہ نہیں رُکتے تھے۔ حالانکہ صفحہ سطر کی بحث تب ہوتی۔ جب کوئی ایسی کتاب ہوتی جسے وہ نہ جانتے تھے یا کوئی غیر معروف حوالہ ہوتا۔ بلکہ ایک ایسی کتاب جس کو ہم اور وہ دونو مانتے تھے۔ اور جو درسوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ اسکے متعلق اس قسم کا مطالبہ پھر لیکچر کے دوران میں نہایت ہی تہذیب سے گری ہوئی بات تھی۔ اگر وہ لوگ اس حدیث کے وجود ہی کے منکر ہوتے۔ تب بھی ان کا مطالبہ حق بجانب ہوتا۔ مگر دلوں میں جانتے ہوئے کہ ایسی حدیث موجود ہے یہ شور مچانا ان کی گری ہوئی حالت کا شاہد تھا۔

اس نظارہ کے دیکھنے والے جانتے ہیں کہ کبھی وہ کرسی پر چڑھ بیٹھتے تھے کبھی نیچے اُترتے تھے۔ اور شور کرتے تھے کہ ہمارا خون ہو جائیگا۔ تب ہم بولنے دینگے۔ اور وہ بندر کی

[illegible] ہے۔ اسوقت جو ہمارے ہندو و سکھ ہمسایہ بیٹھے تھے۔ ان میں سے بعض نے جو کچھ کہا۔ تو ہمیں ہونا چاہیئے تھا [illegible]

[illegible]

علاوہ ازیں بعض مخالف اخباروں نے [illegible] جنہوں نے لکھا تھا کہ غیر احمدیوں میں مشہور ہے کہ اس دفعہ قادیان میں غیر احمدیوں کا جلسہ ہو گا۔ جس میں وہ احمدیوں کے ساتھ وہ سلوک کرینگے جو بدترین ہو گا۔ بلکہ بعض مولوی لاہور میں اسی طرح جوش دلایا جاتا تھا کہ چلکر ایک دفعہ اس جماعت کا فیصلہ کر دینا چاہیئے۔ اور بہت سے مخالف اخباروں میں اس کا اظہار کیا جاتا تھا۔ یہ افواہیں تھیں۔ جن کے باعث کسی پر کوئی الزام نہیں آسکتا لیکن اگر یہ افواہیں صداقت کا جامہ پہن لیتیں تو کیا ہوتا۔ اگر ہم پہلے سے تیار نہ ہوتے تو پھر اس کا کیا اثر ہو سکتا تھا

قادیان میں ہمارے مقدس مقامات

ہم نے تو گورنمنٹ کے افسران کو یہاں کے ڈپٹی کمشنر صاحب کو گورنمنٹ پنجاب کے سکرٹریوں کو لکھ دیا تھا کہ قادیان میں ہمارے مقدس مقامات ہیں۔ اور ہمارے لئے قادیان کے بعض مقامات ویسے ہی مقدس ہیں۔ جیسا کہ ہمارے نزدیک اور دوسرے انبیاء کے ماننے والے لوگوں کے نزدیک ان انبیاء کے مقامات مقدس ہیں۔ پس اگر کوئی شخص ان مقامات کے خلاف کوشش کریگا۔ اور کوئی فتنہ برپا کرنے کی سعی کریگا۔ تو ہم پہلے فنا ہو لینگے۔ تب وہ ان مقامات کی طرف قدم بڑھا سکیگا۔ اور افسروں نے تسلیم کیا تھا کہ قانوناً جو شخص فتنہ کھڑا کرتا ہے۔ وہی مجرم ہے۔ اگر ثابت ہو جائے کہ ایک فریق نے دوسرے کے حملے سے بچنے کے لئے مقابلہ کیا تھا۔ تو وہ قابل سزا نہیں۔ اور حکام نے فتنہ کو روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے کا بھی وعدہ کیا ٭

ہماری پیش بندی

غرض ہم نے قبل از وقت حکام کو بھی اطلاع دیدی۔ اور خود بھی اپنا انتظام کیا۔ اور ہم نے قادیان کے وہ حصے مخصوص کر دئیے جن میں ہم ہی ہم آباد ہیں۔ صرف دو گھر غیروں کے ہیں۔ ہم نے ان مقامات پر اپنا پہرہ لگا دیا۔ اور اپنے پہرہ داروں کو ہدایت کر دی۔ کہ وہ ان لوگوں کو جن کے گھر ہمارے محلوں میں ہیں آنے سے نہ روکیں اور نہ ان کے مہمانوں کو اور نہ ان کے ملنے والوں کو۔ ہاں اگر کوئی اور شخص ادھر آنا چاہے۔ تو چونکہ اس کا کوئی کام ہمارے ہاں نہیں اسکو اور طرف جانے دو۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ وہ اس طرح دھوکہ دیکر ہمارے گھروں میں آجائیں۔ پنجاب میں ایسے واقعات ہو چکے ہیں کہ لوگ دھوکہ دیکر آئے۔ اور اگر فتنہ کیا۔

کیا ہم بزدل ہیں

میں جانتا ہوں کہ یہاں بھی ان لوگوں نے ہم پر بزدلی کا الزام لگایا ہے اور باہر جاکر بھی ہمیں بزدل کہینگے۔ مگر ان کو میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بزدلی دشمن کے ارادوں کو معلوم کرکے اپنی حفاظت کے لئے ہوشیار ہو جانے اور اپنی جان دینے کے لئے تیار ہو جانے کا ہی نام ہے۔ تو ہم بزدل ہیں۔ لیکن وہ اس کا کیا نام رکھتے ہیں کہ بقول ان کے انہوں نے اپنے مقدس مقامات اور اپنے خلیفۃ المسلمین کے شہر پر اور اس کی فوجوں پر خود قبضہ کیا۔ اور تلواریں چلائیں۔ وہ بتائیں کہ دونوں میں سے بزدل کون ہے

ہم نے کبھی کسی کو دکھ نہیں دیا

ہم وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی جانوں کی پرواہ نہیں۔ ہم نے کسی پر حملہ نہیں کیا ہم کسی پر زبانی حملہ بھی نہیں کرتے۔ بلکہ اگر ہمیں کوئی گالیاں دے تو صبر کرتے رہے ہیں۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ہمارے مقدس محل پر اور ہمارے مقدس مقاموں پر کوئی حملہ کرنا چاہے۔ اور ہم صبر کرکے بیٹھ جائیں یا اسوقت خود حفاظتی کی تیاری نہ کریں۔ جب دشمن کا حملہ ہو ہی جائے ایسی صورت میں ہم پر شریعت۔ اخلاق اور قانون فرض کرتے ہیں کہ حفاظت کریں۔ اگر ہم ایسے وقت میں خاموش رہیں تو ہم مومن نہیں فاسق ہونگے۔

مخالفوں کا حضرت مسیح کی قبر مبارک کھودنے کا ناپاک ارادہ

پس اگر یہ خبریں جو ہمیں ملیں محض افواہیں ہوں جو دشمنوں نے ہمیں گھبرا دینے کے لئے مشہور کی تھیں (جو بات کوئی الواقعہ نہیں ہے) تو بھی ہمارا کوئی نقصان اس انتظام سے نہیں ہوا۔ ہمیں چار دن میں اس کام کی مشق ہو گئی۔ اگرچہ ہمارے پاس کافی وجوہ ہیں کہ دشمن کا ارادہ بد تھا۔ ان کے اشتہار اس امر کے شاہد تھے۔ مختلف مقامات سے ایک ہی قسم کی اطلاعات آرہی تھیں پٹیالہ۔ لدھیانہ امرتسر۔ لاہور اور قادیان کے اردگرد کے دیہات میں چرچا تھا کہ اس دفعہ مرزا صاحب کی قبر کھودینگے اور دیکھینگے کہ وہ سچے نبی تھے۔ یا جھوٹے۔ اگر سچے تھے۔ تو ان کے جسم کو مٹی نے نہیں کھایا ہو گا۔ اور ان کے کتب خانوں کو جلایا جائیگا۔ کیونکہ ان سے دنیا میں گمراہی پھیلتی ہے۔ لاش کو مٹی کے کھانے کے اعتراض کا جواب تو میں اعتراضوں میں بتاؤں گا کہ یہ اعتراض فضول ہے۔ مگر ہم کو ایسی خبریں پندرہ سولہ جگہوں سے پہنچیں۔ اسلئے ہم نے اپنے پہرے کا بندوبست کیا۔ اگر یہ لوگ کہیں کہ ہم نے جان بچائی۔ اور گھر میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔ تو یہ ان کی عقل کی کوتاہی ہے۔ کیونکہ ہمیں جان کی پرواہ نہیں۔ اور یہ جو کچھ تھا یہ اسلئے تھا کہ ہم اپنی جان کو ان چیزوں کی حفاظت کے مقابلہ میں کچھ نہیں سمجھتے ٭

قادیان کی حفاظت کے لئے ہم کیا قربانی دینگے

مجھے بزدلی سے طبعاً نفرت ہے میں نے پچھلے سال جب امرتسر میں لیکچر دیا۔ اور مولویوں نے شور شروع کیا۔ اور ان کا ارادہ اینٹ پتھر پھینکنے کا معلوم کرکے بعض دوست میری محبت سے میرے آگے کھڑے ہو گئے۔ تو میں نے ان کو دھکا دیکر ہٹا دیا۔ اس وقت بعض دوستوں نے گھبرا کر مجھے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں۔ اور لیکچر نہ دیں۔ تو میں نے ان کو جھڑک دیا کہ کیا تم مجھے بزدل بناتے ہو یہ شور کرتے رہیں میں لیکچر ختم کرکے بیٹھوں گا۔ ہمارے مخالفوں کو اس واقعہ کا بھی غصہ تھا۔ پس ہمیں جان کی پرواہ نہیں۔ بلکہ قادیان ہمارا مقدس مقام اور اس کی تقدیس ایسی ہی ہے۔ جیسی اور دوسرے مقدس مقاموں کی۔ پس ہم یہ پسند کرینگے کہ ہمیں اور ہمارے بیوی بچوں کو کاٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے۔ مگر ہم اس امر کو ہرگز پسند نہ کرینگے۔ کہ ان مقامات کی بے حرمتی کی جائے۔ پس اب دشمن گو بظاہر ہم پر ہنسے۔ مگر اس کا دل رو رہا ہے کہ وہ اپنے ارادہ میں ناکام رہا ٭

رعایت اسباب

بعض دوستوں نے ذکر کیا ہے کہ جب ہم امرتسر میں لیکچر دے رہے تھے۔ تو کسی مولوی نے کہا تھا۔ کہ ہائے افسوس وہ دیکھو یہاں سے زندہ واپس چلا گیا تو ہم خدا کے فضل سے وہاں بھی ان کے شر سے محفوظ رہے۔ اور یہاں بھی

بھی یہ ذلت کے ساتھ واپس ہوئے۔ اور خدا نے ہمیں محفوظ رکھا ان کا قصہ اصحاب فیل کے مطابق تھا۔ خدا مومن کا محافظ ہوتا ہے۔ مگر اسباب کی رعایت ضروری ہوتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے متعلق بھی ایک دفعہ اس قسم کی افواہیں مشہور ہوئی تھیں۔ تو مسلمانوں نے فوراً ان کی حفاظت کا سامان کر لیا تھا۔ پس گو مقدس مقامات کی حفاظت اللہ تعالیٰ بھی کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کا نزول بندوں کی اپنی کوشش پر بھی منحصر ہوتا ہے۔ سو اگر ان مقامات کے کہ جن کی حفاظت کا اس نے خاص طور پر وعدہ فرمایا ہو۔ پس گو اگر ہم کوشش نہ کرتے۔ تو ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ خود حفاظت کا سامان کرتا۔ مگر ہمارا فرض بھی تھا کہ ہم اپنے ایمانوں کا ثبوت دیتے پس خوب یاد رکھو۔ مومن بہت ہوشیار ہوتا ہے۔ اور وہ فوراً احتیاط کی راہ اختیار کر لیتا ہے ؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں افواہ کی بنا پر حفاظت۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اطلاع ملی تھی کہ مدینہ کی دو سو میل کے فاصلہ پر ایک عیسائی حکومت تھی۔ اس کا ارادہ ہے۔ کہ مدینہ پر حملہ کرے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ اس حکومت نے کبھی بھی مدینہ پر حملہ نہیں کیا۔ لیکن اس خبر کی بنا پر صحابہ خاص طور پر تیار رہتے تھے۔ بلکہ ایک دفعہ معمولی سے شور پر تمام صحابہ اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور کوئی کدھر کو چل دیا اور کوئی کدھر کو۔ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو مسجد میں آ گئے۔

خود حفاظتی مومن کا فرض ہے۔

پس گو مومن فتنہ سے بچتا ہے۔ اور خود کوئی ایسا موقعہ پیدا نہیں ہونے دیتا۔ جس سے وہ فتنہ کرے۔ اور کسی پر حملہ کرے۔ لیکن جب کوئی اس پر حملہ آور ہو۔ تو وہ شریعت اخلاق اور قانون کی طرف سے مجاز ہے۔ کہ اس حملہ کے دفاع کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔ بلکہ بعض اوقات اگر وہ ایسا نہ کرے۔ تو وہ ایمان سے باہر ہو جائیگا۔

ہم ہر ممکن طریق سے امن کے قیام کے حامی ہیں

پس ہم نے جو کچھ کیا۔ ان حالات کے ماتحت کیا۔ یہ میں نے اسلئے بتایا ہے۔ کہ کسی کو حیرت نہ ہو۔ کہ یہ کیا انتظام تھا۔ دوسروں نے کبھی فساد کیا۔ نہ فساد کرنا چاہتے ہیں۔ نہ کرینگے۔ یہاں ہر قوم کا جلسہ ہوتا ہے۔ مگر کبھی کوئی فساد نہیں ہوا۔ حالانکہ ابھی پچھلے دنوں میں آریوں کا جلسہ ہوا۔ اور ان کے بعض لیکچراروں نے اسلام پر حملہ کیا اور گالیاں دیں۔ اور ہمارے بعض لوگوں نے بھی سنا۔ مگر وہ خاموش رہے۔ حالانکہ میں نے ان کو کہا کہ یہ درست نہیں کہ جہاں کوئی گالیاں دے۔ ہم اس کی گالیاں سنتے رہیں۔ بہتر ہوتا کہ وہ وہاں سے آ جاتے۔ یہ ہماری ہی جماعت ہے جو گالیاں سننے کے باوجود صبر سے کام لیتی ہے۔ ورنہ اگر باہر ایسا واقعہ ہوتا۔ تو کشتوں کے پشتے لگ جاتے۔

ہم دین کے لئے جان دینے سے پرہیز نہیں کرینگے

ابھی ہمارے چودھری ظفر اللہ خان صاحب بی اے بیرسٹر لاہور کو آ رہے تھے۔ تو ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ انھوں نے بتایا کہ قادیان جا رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ نہ جائیں۔ وہاں فساد ہوگا چودھری صاحب نے جواب دیا کہ ہماری جماعت فساد نہیں کریگی۔ اس نے کہا۔ کون روکیگا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا خلیفہ ہے جو فساد کو روک دیگا۔

ہمارے مخالفوں کو معلوم نہیں۔ کہ اگر ہم دین کے کام کے لئے جان دینے کو کہیں۔ تو ہماری جماعت کے لوگوں کو جان دینے سے بھی عذر نہیں ہو سکتا۔ اور یہ محض ظنی بات نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ برطانیہ کی کابل سے جنگ ہوئی۔ ہمارے نزدیک چونکہ برطانیہ حق پر تھی۔ اور اس وقت تک کابل کی حکومت ہمارے مذہب کو جبراً مٹانا چاہتی تھی۔ اسلئے ہمارا برطانیہ کی مدد کرنا مذہبی فرض تھا۔ میں نے اپنی جماعت میں اس جنگ میں شامل ہونے کے لئے اعلان کیا۔ اور باوجود اسکے کہ ہمارے بہت سے لوگ جرمن کی جنگ کے وقت بھرتی ہو چکے تھے۔ پھر بھی ایک قلیل عرصہ میں پندرہ سو درخواستیں آ گئیں ؛

پس ان لوگوں نے گالیوں کو سنا۔ اور برداشت کیا۔ کیونکہ میرا حکم تھا کہ فساد سے بچو۔ ورنہ بعض جو شیلے ایسے تھے جو گھنٹہ پیچھے رو رہا تھا واقعات سنکر جوش میں آ رہے تھے۔ ان کو فساد سے روکنے والی بات محض شریعت اور میرا حکم تھا

ہم نے اپنی حفاظت کا سامان خود کیا

اگر ہمارے آدمی ان کے جلسہ میں بیٹھتے۔ اور ان کی بدزبانی سنتے۔ اور ان کی طرف سے فساد ہوتا۔ تو ہمارے حق میں کسی نے گواہی نہیں دینی تھی۔ عدالت میں لوگ صریحاً جھوٹ بول دیتے۔ کیونکہ ہر قوم ہماری دشمن ہے۔ دنیا آج منافقت چاہتی ہے۔ اور ہم میں منافقت نہیں۔ اگر فساد ہوتا تو سوائے شاذ کے کوئی ہمارا گواہ نہ ہوتا۔ اور گورنمنٹ کے حکام تک بھی ہمیں کو الزام دیتے۔ پس یہ ہماری احتیاط کا نتیجہ نکلا کہ دشمن اپنے جن ارادوں سے آیا تھا۔ وہ اس کو اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ اور کوئی کسی قسم کا فساد نہیں ہوا۔ فساد کے نہ ہونے اور دشمن کا اپنے بد ارادوں میں ناکام رہنے میں گو گورنمنٹ کے حکام کی موجودگی کا بھی دخل تھا۔ مگر انھوں نے عملی طور پر اس کام میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور اسمیں روک زیادہ تر ہماری احتیاط ہی تھی۔ اور اسی طرح ہمارا یہ حکم کہ ہمارے آدمی بلا اجازت جلسہ میں نہ جاویں ؛

ان کو ہم پر غصہ ترکوں کی خلافت کے باعث ہے۔

ایسا سوال ہوتا ہے کہ ان کو ہم پر خفگی کی وجہ کیا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے اشتہاروں میں بھی ظاہر کیا ہے۔ ان کو ہم سے خلافت کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم ان کی خلافت کے بارے میں مدد نہیں کرتے۔ مگر ان کا یہ اعتراض کم فہمی پر مبنی ہے۔ کیونکہ کسی کو مجبور کرنا کہ وہ ان کا ہم خیال ہو جائے۔ ایک بہت ہی برا اور گندہ فعل ہے۔ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ ترکوں کے بادشاہ خلیفہ رسول اللہ ہیں۔ اور برخلاف اسکے ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ مسلمان خراب ہو گئے۔ ان کی اصلاح کے لئے محمد رسول اللہ کا ایک غلام مسیح اور مہدی بنا کر مبعوث کیا گیا۔ اب خلیفہ وہی ہو سکتا ہے۔ جو مسیح موعود کا غلام ہو۔

پس وہ ہم سے اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں جو ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔ اگر ہم ان کی خاطر اپنے مذہب کو چھپا کر سلطان ترکی کی خلافت کے مسئلہ میں ان کے ہم خیال ہونے کا اظہار کریں۔ تو ہم منافق ہونگے۔ اور منافقوں کو اپنے ساتھ ملا کر ان کو کیا نفع ہوگا۔ بلکہ ہمارا ملنا ان کے لئے مضر ہوگا۔ کیونکہ اگر ہم ان کے ساتھ اس مسئلہ میں مل جاتے۔ تو ہندوستان میں منافقت بڑھ جاتی۔ اور اس زمانہ میں جبکہ

پہلے ہی نفاق چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ اور ضرورت ہے کہ اسکو مٹا کر تقوے اور صداقت کو قائم کیا جائے۔ ان امور کا ہمیں نفاق اختیار کرنے پر مجبور کرنا اچھے ثمرات نہیں پیدا کرسکتا تھا۔ ہم سلطان ترکی کو خلیفہ نہیں مان سکتے۔ کیونکہ ہمارے لئے خلیفہ وہی ہو سکتا ہے۔ جو مسیح موعود کا متبع اور جانشین ہو۔

باوجود بے تعلق ہونے کے ہم نے ترکوں کیلئے کیا کیا

وہ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ ان کے شورش پھیلانے میں کیوں شریک نہیں ہوتے۔ لیکن جب ہمارے نزدیک شورشوں میں حصہ لینا جائز ہی نہیں تو ہم کیوں اپنے مسلک اور اپنے مذہب کو چھوڑیں۔ ہاں ہم نے باوجود بے تعلق اور علیحدہ ہونے کے پھر بھی معاہدہ ترکی کے بارے میں اتحادیوں سے جو غلطیاں ہوئی تھیں۔ ادب سے ان کے متعلق گورنمنٹ کو مشورہ دیا کہ ان کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ چنانچہ ان مشوروں کے مطابق ایک حد تک تھریس اور سمرنا کے معاملہ میں پچھلے معاہدہ میں اصلاح بھی کی گئی ہے۔

ہمارا عربوں کی آزادی کے متعلق مشورہ۔

ہم نے عربوں کے معاملہ میں لکھا کہ وہ غیر قوم اور غیر زبان رکھتے ہیں۔ وہ آزاد رہنا چاہتے ہیں۔ نہ ان کو ترکوں کے ماتحت رکھا جائے نہ اتحادی ان کو اپنے ماتحت رکھیں۔ باوجود اس کے کہ یہ لوگ اپنے لئے تو یہ قاعدہ بناتے ہیں۔ کہ انگریزی سلطنت سے آزاد ہوں مگر ان کو یہ بات پسند نہیں۔ کہ عرب بھی آزاد ہوں۔ گویا جو چیز یہ خود ناپسند کرتے ہیں۔ عربوں کو اس کے پسند کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ پس ہمارے مطالبات کی صحت کا انکار نہیں کیا گیا۔ بلکہ اسکو تسلیم کرکے موجودہ وقت میں جو اصلاح کی گئی۔ اس کو محفوظ رکھا گیا۔ مگر جو کچھ یہ غیر احمدی لوگ مطالبہ کرتے تھے۔ وہ پورا نہیں کیا گیا۔ کیونکہ وہ درست نہ تھا۔

ہماری ترکوں کے لئے عملی کوششیں۔

پس ہم سے جس قدر ہو سکتا تھا ہم نے کیا۔ رسالے ہم نے لکھ کر شائع کئے۔ چٹھیاں میں نے گورنمنٹ کو لکھیں۔ اور جو غلطیاں میں نے گورنمنٹ کو بتائیں۔ گورنمنٹ نے فراخ حوصلگی سے انہیں سے بعض کو تسلیم کیا۔ اور انکی اصلاح کے متعلق کوشش کرنے کا وعدہ کیا۔ ہم نے ہزاکسلنسی گورنر پنجاب کے میموریل بھیجا۔ ہم نے گورنر جنرل کو بھی لکھا۔ ولایت میں اپنے مبلغین کو ترکوں سے ہمدردی اور انصاف کرنے کے متعلق تحریک کرنے کے لئے ہدایت کی۔ امریکہ میں اپنا مبلغ بھیجا کہ علاوہ تبلیغ اسلام کے ترکوں کے متعلق جو غلط فہمیاں ان لوگوں میں مشہور ہیں۔ ان کو دور کرے۔ چنانچہ وہ وہاں علاوہ تبلیغ اسلام کے یہ کام بھی کر رہا ہے۔ اور کئی اخبارات میں ترکوں کی تائید میں آرٹیکل لکھے گئے ہیں۔

غرض ہماری طرف سے باوجود ترکوں سے بے تعلق ہونے کے محض اسلام کے نام میں شرکت رکھنے کے باعث ان کے لئے اتنی جد وجہد کی گئی ہے۔ مگر ترکوں نے ہمارے لئے کیا کیا۔ جب ہمارے بعض آدمی ان کے علاقے میں گئے۔ تو ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ تو یہ لوگ کس قدر ناشکر گذار ہیں کہ باوجود اسقدر کوشش کے پھر ہمارے خلاف ایسے ایسے منصوبے کرتے اور اس قدر بد ارادوں کے ساتھ آتے ہیں۔

ہمارے مخالفوں کا بے اصولاپن

ہمیں کہتے ہیں کہ ہم ان کی خاطر گورنمنٹ سے بگاڑ لیں۔ اور عدم تعاون کریں مگر یہ واعظین عدم تعاون جو ساری دنیا کو عدم تعاون کیلئے مجبور کرتے اور ہمارے خلاف اسلئے جوش میں اندھے ہو جاتے ہیں کہ ہم عدم تعاون نہیں کرتے۔ خود اس قسم کے ارادوں کے ساتھ آنے کے باوجود اپنے جلسہ میں جب سرکاری مجسٹریٹ اور پولیس کو دیکھتے ہیں تو ان کی تعریف کرتے کرتے ان کے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں۔ ہم عدم تعاون کو خلاف اسلام خیال کرتے ہیں۔ اسلئے ہم پولیس وغیرہ سے اگر مدد لیں۔ تو ہمارے مذہب کے رو سے ناجائز نہیں۔ مگر یہ جو عدم تعاون کے قائل ہیں۔ ان کا تو فرض تھا کہ مجسٹریٹ اور پولیس کو اپنے جلسہ میں قدم نہ رکھنے دیتے اور کہتے کہ جاؤ ہم اپنا انتظام آپ کرینگے۔ یوں تو عدم تعاون پر یہ زور۔ اور جلسہ میں ان کی تعریف اور خوشامد کی جائے۔ حالانکہ ان سے تعاون ان کی شریعت کے رو سے حرام ہے۔ پس مجسٹریٹ اور پولیس کا ان کے جلسہ میں ہونا ان کے لئے کلنک کا ٹیکا تھا تو وہ جن بد ارادوں کے ساتھ آئے تھے۔ ان میں سخت محرومی کے ساتھ وہ یہاں سے واپس ہوئے۔ اور یہ خدا کا عین فضل اور کرم ہے۔

ظالم گورنمنٹ کے مقابلہ میں ہمارا رویہ

ہم بغاوت کے لئے نہ کبھی تیار تھے نہ ہیں نہ ہونگے۔ اگر ہمارے نزدیک گورنمنٹ ایسی ظالمانہ ہو جائیگی۔ جس کا ظلم ناقابل برداشت ہو گا تو ہم اس کا ملک چھوڑ دینگے۔

کیا ہم گورنمنٹ کے خوشامدی ہیں

ہمیں کہا جاتا ہے کہ ہم اس گورنمنٹ کے خوشامدی ہیں۔ مگر حیرت ہے کہ وہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ اس گورنمنٹ سے ہمیں کونسا اتنا فائدہ ملتا ہے۔ جتنا کہ باوجود مخالفت کے مسٹر گاندھی اور مسٹر محمد علی و شوکت علی اٹھا رہے ہیں۔ گورنمنٹ سے جو ایک اکسٹرمسٹ فائدہ اٹھا رہا ہے۔ وہی میں بھی لے رہا ہوں۔ اسلئے میں کیوں خوشامد کروں۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو میں بعض اوقات نقصان اٹھاتا ہوں۔ اور مسٹر محمد علی و شوکت علی نہیں اٹھاتے۔ اسلئے کہ گورنمنٹ میرے متعلق خیال کرتی ہے کہ اسکے ساتھ تھوڑے سے آدمی ہیں۔ اور محمد علی اور شوکت علی کے ساتھ زیادہ ہیں۔ وہ ان سے ڈر جاتی ہے۔ لیکن ہمارے حقوق کو بعض اوقات پامال کر دیتی ہے۔ پس ہمیں کوئی زائد فائدہ نہیں مل رہا۔ جس کے لئے ہم خوشامد کریں۔ ہمیں گورنمنٹ کے حکام سے کبھی بعض اوقات نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ آخر ہندو یا مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ اور چونکہ ہمارے خیالات انکو نئے معلوم ہوتے ہیں۔ طبعاً وہ ان سے نفرت کرتے ہیں

پس ہم جو گورنمنٹ کی تائید کرتے ہیں۔ اس میں ہمارا کوئی خاص نفع نہیں۔ بلکہ ہمیں خواہ اس سے نقصان پہنچے۔ ہم اس کی تائید کرینگے۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم جس گورنمنٹ کے ماتحت ہوں۔ اس کی اطاعت کریں۔ اگر وہ ظلم کرے۔ تو ہم اس کے ملک میں رہکر اسکے خلاف کچھ نہیں کرینگے۔ بلکہ اس کے ظلم سے نکل جائینگے۔ اور اس کا ملک چھوڑ دینگے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ احمدی کچھ دنوں بعد دیکھیں گے۔ کہ گورنمنٹ ان سے کیسی غداری کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ جب ہماری وفاداری کی بنیاد گورنمنٹ سے امید پر ہے ہی نہیں تو گورنمنٹ ہم سے کیا غداری کریگی۔ اب وہ ہمیں کیا نہ نفع پہنچاتی ہے۔ جو آئندہ پہنچائیگی۔

اگر ذاتی طور پر دیکھا جائے۔ تو بھی معلوم ہوگا کہ ہمارے خاندان کو گورنمنٹ سے خاص فائدہ نہیں پہنچا۔ بلکہ نقصان ہی پہنچا ہے۔ ہمارا خاندان اس علاقہ کا حاکم اور مالک تھا

یہ علاقہ ہم سے جاتا رہا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب جنکو جابر بادشاہ کہا جاتا ہے۔ انہوں نے ہمارا کچھ علاقہ واپس کر دیا تھا۔ اور ہماری ملکیت کو تسلیم کیا تھا۔ جب انگریزی راج آیا تو انگریزی عدالتوں نے ہمارا باقی علاقہ تو کیا واپس کرنا تھا یہ فیصلہ کر دیا کہ ان کا کوئی حق نہیں۔ اس طرح وہ علاقہ بھی جاتا رہا۔ مگر پنجاب چیفس کی رپورٹ میں تسلیم کیا گیا کہ واقعی وہ علاقہ ان کا ہے۔

غلطیاں ہر گورنمنٹ سے ہوتی ہیں

ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ قوانین کے ماتحت چلتی ہے۔ اور اپنی طرف سے قانون کی رعایت رکھتی ہے اور یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ اس سے غلطیاں ہوتی ہیں اور ہونی چاہئیں۔ کیونکہ یہ انسانی حکومت ہے اگر اسلامی حکومت ہو تو اس سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔

ہم موجودہ صورت میں عدم تعاون کو غلط سمجھتے ہیں

اسلئے ہم مذہباً عدم تعاون کے طریق پر کاربند نہیں ہو سکتے لیکن یہ لوگ ہم سے زیادہ مجرم ہیں کہ باوجود یہ طریق اختیار کرنے کے پھر تعاون کرتے ہیں۔ پچھلے دنوں کالج چھوڑے۔ مدرسے چھوڑے۔ اور ہمارے لڑکوں کو مارنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ اور ہماری لاہور کی جماعت کے پریزیڈنٹ کو خط لکھا گیا کہ یا تو آپ کے طلباء کالج میں نہ جاویں۔ ورنہ ہم ان کو مارینگے۔ لیکن ہمارے طلباء چونکہ اس مسئلہ کو غلط جانتے ہیں۔ اسلئے وہ ان کے ساتھ اس غلطی میں نہ شامل ہو سکتے تھے نہ ہوئے۔ اگرچہ ان میں سے بعض کے ساتھ بہت برا سلوک بھی کیا گیا۔ مگر چند روز کے بعد وہ جوش ٹھنڈے ہو گئے۔ اور وہی جو دوسروں کو مار مار کر مجبور کرتے تھے کہ کالج چھوڑیں خود واپس آ گئے۔ اور پھر شرمندگی کے ساتھ دعویٰ بھی کرنے لگے۔ کہ ہم نے کچھ کیا تو سہی۔ حالانکہ یہ جو کچھ انھوں نے کیا یہ ایسا تھا کہ اگر نہ کرتے۔ تو بہت اچھا تھا۔ انھوں نے جو کارروائی کی۔ اس سے اپنے لیڈروں کو ذلت پہنچائی۔ اور اس تحریک کو بے وزن کر دیا

ہمارا اور ان کا نقطۂ نگاہ

اصل بات یہ ہے کہ ہمارا نقطۂ نگاہ ان کے نقطۂ نگاہ سے اعلیٰ ہے۔ ہمارا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ دین پھیل جائے۔ اور ان کا محض یہ خیال ہے۔ کہ دنیا ان کو مل جائے۔ ہمیں اسلام تباہ ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اور یہ اس کی طرف سے غافل ہیں۔ ابھی بیس سال بھی نہیں گذرے کہ ہمارے ملک کے مسلمانوں میں یہ خیالات پھیلے ہوئے تھے کہ خلیفۃ المسلمین سلطان ترکی کی فوج ملک فتح کر رہی ہے۔ اور تمام یورپ کی حکومتوں کے سفیر جب سلطان کی سواری نکلتی ہے۔ رکابیں تھام تھام کر ساتھ چلتے ہیں۔ اگرچہ جتنی وہ فوج بتلاتے تھے۔ اتنی اس کے ملک کی آبادی ہی ہوگی۔ یہ لوگ اس قسم کی شان و شوکت کے خیالات میں مست تھے۔ ادھر ادھر اور اقوام تو الگ رہیں۔ سیدزادے جنکی تمام تر عزت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل تھی۔ اسلام کو چھوڑ چھوڑ کر عیسائیت کا جامہ پہن رہے تھے۔ اور سٹیجوں پر کھڑے ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گندی سے گندی گالیاں دیتے تھے۔ اور صرف ہندوستان میں مسلمانوں میں سے قریب پانچ لاکھ کے قریب لوگ عیسائی ہو چکے تھے۔ اس حالت کو دیکھ کر آج سے چالیس برس پہلے ایک خدا کے مرد نے کھڑے ہو کر آواز دی اور کہا کہ مسلمانو! ہوشیار ہو۔ اب بھی وقت ہے کہ تم غفلت چھوڑ دو۔ اور اسلام کی حفاظت کی فکر کرو۔ مگر مسلمانوں نے اس آواز کو حقیر سمجھا۔ انھوں نے کہا کہ اسلام تو عین عروج پر ہے ہمیں سلطنت کی ضرورت ہے۔ اس کیلئے کوشش کرنی چاہیئے۔ ہمیں مذہب کی فکر ہے۔ اور ان کو محض سلطنت کی۔ لیکن ان کا خیال تو جب اور جس طرح پورا ہو گا۔ اسی سے ظاہر ہے کہ جو کچھ ان کے پاس تھا۔ اسے بھی کھو رہے ہیں۔ اور ہم اپنے ارادے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ کیونکہ ہمارا یقین ہے اور سچا یقین ہے۔ کہ جب یورپ مسلمان ہو گا تو اس کی حکومتیں بھی مسلمان ہونگی۔ ہم گویا ایک پتھر سے دو شکار کر رہے ہیں۔ اور یہ اپنے ایک پتھر کو یونہی ہوا میں اچھال رہے ہیں۔

پس ہمارا اصل مدعا حکومت نہیں۔ مذہب ہے۔ اور انکو مذہب سے واسطہ نہیں۔ حکومت چاہتے ہیں۔ مگر ہم اپنے کام کے ثمر دیکھ رہے ہیں کہ وہ یورپ جو اسلام کا دشمن کہا جاتا ہے اور ہے۔ اسمیں ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں۔ جو رات کو نہیں سوتے۔ جب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیج لیں۔

حکومت اعلیٰ اخلاق سے ملتی ہے

پس ہم کہتے ہیں کہ جو اعلیٰ مقصد ہے۔ اس پر چلو۔ مگر یہ ہمیں ادنیٰ مقصد کی طرف کھینچ رہے ہیں۔ حکومت قابلیت اور اخلاق سے ملتی ہے۔ مسلمانوں کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ اخلاق ہیں۔ پھر محض شور سے کیا بن سکتا ہے۔ اگر ان کے مذہب درست ہو جائے۔ تو ان کی سیاسی ترقی ورنہ بہو سکتی ہیں۔ ورنہ بغیر اخلاق کی درستی کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

ہندو مسلم اتحاد کی حقیقت

یہ لوگ ہندو مسلم اتحاد کا شور مچا رہے ہیں۔ مگر ان کے دل ایک دوسرے کے بغض سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ ظاہر میں اتفاق و اتحاد کے گیت گاتے ہیں۔ مگر باطن میں ایک دوسرے کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے ہو رہے ہیں۔ ہم سے بعض مسلمانوں نے جو بڑے اتحاد کے حامی ہیں۔ کہا کہ یہ تو پالیسی ہے۔ جب انگریز نکل گئے۔ تو ہم کابل کی مدد سے ہندوؤں کو اپنے ماتحت کر لینگے۔ اسی طرح چونکہ ہندو ہمیں ان سے الگ سمجھتے ہیں۔ اسلئے بعض خیالات ہم پر ظاہر کر دیتے ہیں۔ انہیں سے بعض نے کہا کہ ہم ۲۲ کروڑ ہیں۔ انگریز جائیں۔ پھر ہم ان مسلمانوں کو قابو کر لینگے۔

پس جو صلح کرتے ہیں۔ اور اس نیت سے کرتے ہیں۔ جو محبت کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ اور ان کے دل میں اسقدر کینہ ہے وہ کب اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

تمام دنیا سے صلح کرو

لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ صلح ہو بھی جائے تو بھی اس صلح کے باوجود پھر جنگ ہی رہیگی کیونکہ آپس میں تو صلح کرنا چاہتے ہیں۔ مگر انگریزوں سے جنگ کرتے ہیں۔ مگر جب تک دنیا میں یہ صورت رہیگی کہ ایک قوم دوسری سے صلح اسلئے کریگی کہ تیسری سے جنگ کرے اس وقت تک کبھی امن نہ ہوگا۔ جرمن و فرانس کی جنگ اسی لئے ہوئی۔ جب ایک طرف دھڑا بندی ہوئی۔ تو دوسری طرف بھی ایسا ہی ہوا۔ یہ طریق امن کے بحال کرنے کا غلط ہے۔ ہم لوگ ساری دنیا سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ایک کو پامال کرنے کے لئے دوسرے سے صلح نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہم سب سے صلح کے خواہاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہندو مسلم اتحاد ہی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ساری دنیا سے اتحاد اور صلح کرو تب کامیابی ہوگی۔

پنجاب کے ایک مشہور پیر صاحب کا بے اصولاپن

یہ ان لوگوں کا بے اصولاپن ہے کہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ یہ حالت انکی سیاسی طور پر ہی نہیں۔ مذہبی طور پر بھی ہے۔ پنجاب کے ایک مشہور پیر صاحب

ہیں۔ ایک مقام پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا لیکچر تھا۔ انھوں نے احمدیوں سے کلام کرنیوالے اور جو ان
کے لیکچر میں جائے۔ اسکے نکاح کے ٹوٹنے کا فتویٰ دیدیا تھا۔
باوجود اسکے بہت سے لوگ لیکچر میں آئے اور کہا کہ نکاح تو سوا روپیہ
میں پڑھا جاتا ہے۔ یہ موقعہ تو پھر شاید ملے یا نہ ملے۔ غرض ان
پیر صاحب کا یہ فتویٰ تھا۔ مگر اس فتویٰ کے خلاف خود ان کی
حالت یہ تھی۔ کہ حضرت خلیفہ اول کے وقت میں مجھ کو کسی کام
کے لئے لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ میں جب واپس آرہا تھا۔ تو
لاہور کے اسٹیشن پر میرے ساتھ میاں محمد شریف صاحب بھی تھے
جو آجکل امرتسر میں ای اے سی ہیں۔ اور اور دوست بھی
تھے۔ جب ہم گاڑی کے قریب آئے تو ایک گاڑی میں سر پر
سبز کپڑا ڈالے وہ پیر صاحب بیٹھے تھے۔ اور کھڑکی کے پاس کچھ
لوگ جمع تھے۔ میاں محمد شریف صاحب نے مجھے کہا کہ میری خیال
میں یہ فلاں پیر صاحب ہیں۔ اگرچہ میں نے ان کو کبھی دیکھا تو نہیں
مگر قرائن سے سمجھتا ہوں کہ وہی ہیں۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ
چونکہ ہمارے بہت عقیدتمند ہیں۔ اسلئے بہتر ہو کہ آپ دوسرے کمرے
میں بیٹھ جائیں۔ مجھے ان کی یہ بات پسند نہ آئی۔ مگر تاہم انہوں
نے اور کمرا دیکھا۔ اور چونکہ اور کوئی کمرا انٹر درجہ کا نہ تھا۔ اسی لئے
میں اسی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی چلنے سے پیشتر لوگوں نے کہا پیر صاحب
کچھ کھانا حاضر کریں۔ پیر صاحب نے کہا کہ نہیں مجھے بالکل اشتہا نہیں
لیکن جب گاڑی چلی تو اپنے نوکر سے کہا کہ کچھ کھانے کو ہے۔ تو
مجھے دے سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو
کچھ نہیں۔ پیر صاحب نے کہا کہ مجھ سے تو بھوک برداشت نہیں
ہو سکتی۔ اس نے کہا کہ میانمیر تک صبر کریں۔ وہاں کھانے کا
بندوبست کردونگا۔ پیر صاحب نے کہا کہ مجھ سے وہاں تک بھی
برداشت نہیں ہو سکتی۔ میں انکی اس بات پر حیران ہوا کہ جب اتنی
بھوک تھی اور لوگ کھانا لانے کو کہہ رہے تھے۔ تو اس میں شرم
کی کونسی بات تھی۔ مگر ان کو تو کہا کہ مجھے بالکل بھوک نہیں اور گاڑی
چلتے ہی بیقراری کا اظہار کرنے لگے۔ آخر اس کو کہا کہ کچھ خشک
میوہ ساتھ تھا وہ ہے اس نے کہا کہ ہاں ہے۔ پیر صاحب نے
کھڑکی کے راستہ میوہ کا رومال نوکر سے لے لیا اور رومال کھولکر
کھانا شروع کیا۔ ساتھ ہی مجھ سے باتیں کرنے لگے کہ آپکا اسم مبارک
مینے نام بتایا کہا کدھر چلے۔ مینے کہا قادیان۔ کہا آپ مرزا صاحب
کے مرید ہیں۔ مینے کہا۔ ہاں۔ کہا۔ آپ رہنے والے کہاں
کے ہیں۔ مینے بتایا کہ قادیان کا رہنے والا ہوں۔ پوچھا کہ کیا
آپ کا مرزا صاحب سے رشتہ بھی ہے۔ مینے کہا کہ ہاں۔ پوچھا کیا؟
بتایا کہ اُن کا بیٹا ہوں۔ پیر صاحب نے کہا اچھا آپ ان کے
بیٹے ہیں۔ مجھے تو آپ سے ملنے کا بہت ہی اشتیاق تھا۔ یہ کہکر
اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے سامنے آبیٹھے۔ اور میوہ کا رومال میرے
سامنے رکھ دیا کہ آپ بھی کھائیں۔ اگرچہ غیرت بھی تقاضا نہیں
کرتی تھی۔ لیکن مجھے زکام تھا۔ اسلئے مینے کہا۔ مجھے زکام ہے
میں یہ نہیں کھاؤنگا کیونکہ اس میں ترش میوہ تھا۔ پیر صاحب
نے کہا کہ یہ سب ڈھکوسلے ہیں جو کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ آپ کھائیں
تو سہی۔ مینے کہا کہ او ہو پیر صاحب آپ سے بڑی غلطی ہوئی
کہنے لگے کیا؟ مینے کہا کہ پھر آپ کو لاہور کے سٹیشن پر تانی
چاہیئے تھی۔ آپ بھی نہ ٹکٹ لیتے اور میں بھی نہ لیتا۔ مجھے خدا نے
قادیان پہنچانا ہوتا تو پہنچا دیتا اور آپ کو امرتسر کم از کم مجھے
تو پہنچتے۔ کہنے لگے۔ آخر یہ تو اسباب کی رعایت ہے۔ مینے کہا۔
اسی طرح یہ بھی رعایت اسباب ہے۔ تب پیر صاحب بولے کہ ہاں یہی
میرا مطلب تھا۔ مگر کھانے کے لئے پھر اصرار کرتے رہے۔ آخر
انھوں نے کہا کہ ان خشک انجیروں کا تو کچھ حرج نہیں۔ آخر مینے
بھی اس خیال سے کہ پیر صاحب کی مجھ سے باتیں کرنے کی علامت
میرے پاس رہے انہوں نے جو دو انجیر دیئے تھے وہ مینے جیب میں
ڈال لئے۔ جو ایک احمدی نے مجھ سے لے لئے کہ پیر صاحب کو یہ بات
یاد دلائیں۔ لیکن میں حیران تھا کہ آخر پیر صاحب میں یہ اتنا تغیر کیسے
آگیا۔ اور نکاح کے ٹوٹنے کے فتویٰ جو انہوں نے دیئے ہوئے ہیں
وہ ان کو فراموش کیوں ہو گئے۔ اتنے میں پیر صاحب کہنے لگے۔ کہ
ایک دین کے معاملہ میں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ مینے کہا فرمایئے
کہا کہ ایک احمدی اور ایک شخص کا مقدمہ ہے۔ آپ احمدی کو لکھیں کہ
وہ آپس میں صلح کرلیں۔ کیونکہ عدالت میں فریقین کو جھوٹ بولنا پڑیگا
مینے کہا کہ احمدی اگر واقعی احمدی ہے تو وہ جھوٹ بولیگا نہیں
باقی رہا میرا اسکو خط لکھنا سو جب تک مجھے خود معلوم نہ ہو کہ واقعات
کیا ہیں۔ میں خط کیسے لکھ سکتا ہوں۔ انھوں نے بڑا زور دیا کہ آپ
لکھ دیں۔ مینے کہا کہ جب تک میں جا کر حالات معلوم نہ کرلوں اسوقت
تک میں خط لکھنے کا وعدہ نہیں کر سکتا۔ لیکن جب میں یہاں آیا
اور معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ دوسرا فریق مقدمہ پیر صاحب ہی تھے۔
غرض ان لوگوں کا یہ اصول ہیں کہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے
کچھ ہیں۔ اور ان کے اعمال میں کوئی ترتیب نہیں۔ ایسی صورت میں
ہم کب ان کے اشتراک کر سکتے ہیں یہ ہے اصول جن تو انہی کو مبارک رہے۔

ہمارے ساتھ غیر احمدیوں کی بدسلوکیاں

لوگ کہتے ہیں کہ انگریز ظلم کرتے ہیں ہم انگریزوں کی
غلطی کو صحیح نہیں کہہ سکتے۔ اگر انگریز کوئی غلطی کرتے ہیں تو ہم انکو
بتاتے ہیں۔ ہم ان کے مذہب پر اصولی طور پر اعتراض کرتے ہیں اور
ہم نے اس بارے میں اصولاً سخت سے سخت ان کو لکھا لیکن باوجود
حکومت کے کبھی انھوں نے جوش نہیں دکھایا۔ مگر ان لوگوں کی حالت
یہ ہے کہ باوجود اسکے کہ ان کے پاس کوئی حکومت نہیں۔ انھوں نے بارہا
اور مختلف مقامات پر ہم پر سختی اور ظلم کیا ہے۔ ایسی صورت
میں ہم تو یہی کہینگے کہ خدا گنجے کو ناخن نہ دے۔ انھوں نے قصور میں
ہمارے سلسلہ کیا کیا۔ احمدیوں کے گھروں میں پانی دینے سے سقے
بند کر دیئے۔ کنوؤں پر پہرے بٹھائے۔ اور بچوں کو پانی سے
پیاسا تڑپا دیا۔ اور وہ کربلا کا واقعہ جسپر مسلمان ہر سال پیٹتے ہیں
ہمارے لئے قصور میں انھوں نے تازہ کر دیا۔ اور کئی کئی دن تک
ہمارے آدمیوں کو پانی نہ دیا۔ کیا یہ ظلم نہیں۔ پھر کٹک میں۔ ایک احمدی
کی لاش کو انہی غیر احمدی لوگوں نے قبر سے نکالکر کتوں کے آگے
ڈالدیا۔ اور احمدیوں کے دروازوں کے سامنے کھڑے ہو گئے
کہ کوئی نکلے تو سہی۔ کس طرح نکلتا ہے اور لاش کو دفن کرتا ہے۔
قریب تھا کہ کتے لاش کو پھاڑ ڈالیں کہ پولیس کو کسی بھلے مانس نے
اطلاع دی۔ اور پولیس نے آکر دفن کرائی۔ مقدمہ ہوا۔ کسی شخص نے
گواہی نہ دی۔ اور صاف کہدیا کہ ہم موجود نہ تھے۔ اسی طرح کی کاروائیاں
مختلف مقامات پر ہوتی رہتی ہیں۔ پس اس صورت میں ہم ان سے
کیسی انسانیت کے سلوک کے کس طرح متوقع ہو سکتے ہیں۔

کوئی نبی اور کوئی بات نہیں جسپر اعتراض نہ کیا گیا ہو

دوسرا اختلاف انکو ہم سے حضرت مسیح موعود کے متعلق ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے
ہمارا مذہب برباد کر دیا۔ نبیوں کی ہتک کی اور کہتے ہیں یہ ان
پر بہت سے اعتراض ہیں۔ پچھلے سال میرا لیکچر اسلامیہ کالج میں
ہوا کہ اسلام میں فتنوں کا آغاز کیسے ہوا۔ اسی مضمون پر بن
علی التواتر دو سال میری وہاں تقریریں ہوئیں۔ پہلے حضرت عثمان
کے عہد کے واقعات پر اور دوسرے سال حضرت علی کے واقعات
پر۔ جب پچھلے سال میں تقریر کے لئے کھڑا ہوا۔ تو ایک شخص نے
کھڑے ہو کر کہا کہ اور باتیں تو بعد میں ہونگی۔ میرے ساتھ پہلے
اس مسئلہ کا تصفیہ کر لو کہ زمین چلتی ہے یا سورج۔ یہ ایک

طے شدہ اور صاف مسئلہ ہے۔ لیکن دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جنکے نزدیک ابھی تک یہ بھی حل شدہ نہیں۔ پس دنیا میں کوئی مسئلہ اور کوئی شخص ایسا نہیں۔ جسپر اعتراض نہ ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب پر فلاں اعتراض پڑتا ہے فلاں اعتراض پڑتا ہے۔ مگر میں ان کو کہتا ہوں کہ وہ دنیا میں ایک تو ایسا شخص پیش کریں۔ جسپر کوئی اعتراض نہ ہو۔ پس محض اعتراضات پر کسی مسئلہ کی تحقیق کی بنیاد رکھنا جہالت ہے۔ کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض نہیں کئے گئے۔ کیا عیسائی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض نہیں کرتے۔ کیا یہود کو حضرت مسیح پر اعتراض نہیں تھے اور نہیں ہیں۔ کیا بنی اسرائیل کے اعتراضات داؤد اور سلیمان پر نہیں ہیں۔ پھر کیا ہندوستان کے مقدسوں رامچندر جی اور کرشن جی پر اعتراضوں کی کمی ہے۔ کیا فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ پر اعتراض نہ کئے تھے۔ کیا ایران کے بزرگ زرتشت پر اعتراض نہیں کئے گئے۔ اور کیا کسی قوم میں کوئی شخص ایسا گذرا ہے۔ جسپر کوئی اعتراض نہ ہوا ہو؟

پس محض اعتراضوں سے کام نہیں چل سکتا۔ اگر اعتراض سے کوئی مسئلہ حل ہو سکے۔ تو ان کو ماننا پڑیگا کہ دنیا میں جس قدر راستبازوں کو مانا جاتا ہے غلطی ہے۔ کیونکہ اعتراض اُنپر بھی ہیں اسلئے ان کو بھی چھوڑ دینا چاہیئے۔ غرض دنیا میں کوئی مسئلہ نہیں جو ایسے یقینی دلائل سے ثابت ہو کہ اسپر کوئی اعتراض پڑ ہی نہ سکتا ہو۔ زمیندار تک جانتے ہیں کہ سیدھی لکیر ہوتی ہے۔ لیکن یورپ میں ایک گروہ سائنسدانوں کا پیدا ہوا ہے۔ جس کا دعوی ہے کہ جس کو ہم سیدھی لکیر کہتے تھے وہ ہماری غلطی تھی۔ پس دنیا میں کوئی شخص اور کوئی چیز اعتراض سے خالی اور بچی ہوئی نہیں۔ اسلئے محض اعتراضوں پر زور دینا بیہودگی ہے۔

مخالفین صداقت معلوم کرنیکے ذرائع نہیں جانتے

غیر احمدیوں کے جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کنوئیں کا مینڈک کہا گیا لیکن انکو خود معلوم نہیں۔ کہ وہ جہاں ہیں۔ دنیا وہاں سے بہت آگے نکلی ہوئی ہے وہ اپنا سرمایہ علم ان چند فرسودہ کتابوں کو سمجھتے ہیں۔ جن کی سائنس کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ انسان کا دماغ کہاں سے کہاں تک پہنچ چکا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ تمدن اب کہاں تک جا چکا ہے۔ وہ اپنے اسی پرانے رطب و یابس کے ذخیرے پر خوش ہیں اور اسی کی بنا پر دنیا کو کافر و فاسق و فاجر بنا کر خوش ہو لیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام مٹ رہا ہے۔ لیکن اگر ان کا اسلام نہ مٹے۔ جس کے ایسے تنگدل محافظ ہوں۔ تو کیا ہو۔ پس وہ اسپر خوش ہیں کہ ہم نے کسی پر اعتراض کر دیا اور سننے والے خوش ہو گئے۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ تحقیق و تنقید کے اب کیسے کیسے ذرائع معلوم ہوئے ہیں۔ جنکے مقابل میں یہ لوگ دم نہیں مار سکتے۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ واقعات کی رو کدھر چل رہی ہے۔ اور ان کو معلوم ہی نہیں کہ کسی چیز کی صداقت معلوم کرنے کے کیا ذرائع ہوا کرتے ہیں۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ اعتراض تو ہر چیز پہ ہوتے ہیں۔ مگر موازنہ کیا جاتا ہے۔ کہ اعتراض کثیر ہیں اور معقول ہیں یا نہیں۔ اور اصول کے مطابق خوبیاں زیادہ ہیں یا نہیں۔ جدھر کثرت ہوتی ہے اسکو تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ ہنسی کرتے ہیں۔ مگر یہ انکی جہالت کی بات ہے۔ گورنمنٹ نے زراعت کا محکمہ بنایا ہے اس کی طرف سے بارش کے متعلق اطلاع شایع ہوتی ہے۔ اس میں غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔ اسلئے اور تو اور بعض کونسل کے ممبر تک اعتراض کر دیتے ہیں۔ کہ یہ محکمہ اڑا دیا جائے۔ مگر ان کو معلوم نہیں کہ یورپ امریکہ میں یہ محکمہ بہت مفید کام کر رہا ہے۔ اور ہندوستان میں بھی اس سے بہت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ پس لوگ کم علم کے مالک ہیں اسلئے خوش ہوتے ہیں۔ ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور اعتراض کرتے ہیں۔

ہر نبی پر ہنسی اڑائی گئی

مگر قرآن کریم افسوس کے ساتھ اعلان کرتا ہے۔ یاحسرۃ علی العباد ما یأتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ ای افسوس بندوں پر خدا کی طرف سے ایک بھی نبی نہیں آیا۔ جسپر لوگوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔ اب یہ لوگ خوش ہوتے ہیں کہ مرزا صاحب پر اعتراض ہو گیا۔ لیکن وہ بتائیں کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض نہیں ہوئے۔ حضرت عیسیٰ پر سخت سے سخت اعتراض نہیں ہوئے۔ حضرت موسیٰ پر اور دیگر انبیاء پر اعتراض نہیں ہوئے۔ پس جب تک اصولی طور پر کسی صداقت کا فیصلہ نہ کیا جائے۔ اس کی صداقت کبھی ثابت نہیں ہو سکتی۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت

اصل سوال تو یہ ہے کہ اب کسی موعود کے آنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ دنیا خراب ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کی حالت سخت درجہ بگڑ چکی ہے یا نہیں۔ اگر دنیا کی حالت بھی خراب ہے۔ اور اگر مسلمانوں کی حالت بھی بگڑی ہوئی ہے تو کیا اب بھی کسی مصلح کی ضرورت نہیں۔ کیا جیل خانوں میں مسلمانوں کی کثرت نہیں۔ کیا لاکھوں نہیں کروڑوں مسلمان شراب سے بدمست نہیں ہوتے۔ کیا بد اخلاقی میں تمام اقوام سے مسلمان بڑھتے نہیں جا رہے۔

ایک لطیفہ ہے کہ ایک جگہ کوئی اندھی عورت بیٹھی تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ اسپر جو چادر تھی۔ وہ کسی شخص نے اتار لی۔ عورت نے کہا بچہ حاجی میری چادر دیدے۔ اس نے چادر تو دیدی مگر پوچھا کہ مائی تو یہ بتا کہ تجھے یہ معلوم کیسے ہوا کہ میں حاجی ہوں۔ عورت نے کہا کہ مجھے نظر تو آتا نہیں کہ میں نے تجھے دیکھ کر کسی علامت سے پہچان لیا ہو ہاں میں یہ جانتی ہوں کہ ایسے سختی کے کام تو حاجی ہی کیا کرتے ہیں۔ میں نے خود حج کے ایام میں دیکھا کہ ۹۹ فیصدی حاجی اس قسم کے ہوتے ہیں۔ جو حج کی اصل غرض سے محض ناواقف ہوتے ہیں۔ ایک ہندوستانی کو میں نے دیکھا کہ عرفات کو جاتے ہوئے جبکہ لوگ نعرے لگا رہے تھے۔ اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک۔ اسوقت وہ اردو کے عاشقانہ شعر پڑھ رہا تھا۔

میں پوچھتا ہوں کیا مسلمانوں کی یہ حالت کسی مصلح کے آنے کی متقاضی نہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جیسا رحیم کریم انسان جو کبھی کسے کانٹا چبھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ فرماتا ہے جو لوگ عشاء اور صبح کی نماز کے لئے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں کسی کے سر پر لکڑی اٹھوا کے لے جاؤں۔ اور ان کے گھروں کو آگ لگا کر ان کو جلا دوں۔

دیکھو اسوقت کے منافقوں کی یہ حالت تھی کہ وہ نماز تو پڑھتے تھے۔ مگر ان میں اتنی سستی تھی کہ وہ عشاء اور صبح کی نماز کیوقت مسجد میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر اس زمانہ کے مومن کہلانے والوں میں کتنے ہیں۔ جو پانچوں نمازوں میں سے ایک بھی مسجد میں نہ سہی۔ گھر پر پڑھتے ہوں۔ پھر کیا یہ لوگ اسلام پر فخر کر سکتے ہیں۔ یا یہ لوگ اسلام کو اپنے افعال سے ذلیل کرتے ہیں۔ اور مومن کہلا کر اسلام کے لئے عار ہیں۔ کونسی بدی اور بدکاری ہے اور کونسی بداخلاقی ہے۔ جسمیں یہ مبتلا نہیں۔ رشوتیں یہ لیتے ہیں۔ جھوٹ یہ بولتے ہیں۔ سرحدی مسلمان سرحدی ہندوؤں کو لوٹتے ہیں۔ ایک دوست نے لطیفہ سنایا کہ ایک غیر احمدی شخص انکو ایک غیر احمدی مولوی کے پاس لے گیا۔ اور کہا مولوی صاحب مجھے ایک ملازمت ملتی ہے جسمیں بیس روپیہ تنخواہ ہے۔ مگر میرا خاندان بہت زیادہ ہے۔ اسمیں میرا گذارہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں تنخواہ کے علاوہ اوپر کی

آمدنی نشہ روپیہ ہے۔ کیا میں یہ ملازمت اختیار کر لوں۔ کوئی گناہ تو نہیں۔ اور ساتھ ہی ایک روپیہ نذر کا پیش کیا۔ مولوی صاحب نے روپیہ لیکر جواب دیا کہ کیا حرج ہے کر لو معقول آمد ہے۔ نکاح پر نکاح پڑھنے کا پنجاب میں عام طور پر رواج ہے ایک مولوی سے ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح نے پوچھا کہ تم نے یہ نکاح کیوں پڑھا۔ اس نے کہا مولوی صاحب تحقیق تو کیجئے میں نے کس طرح نکاح پڑھا ہے۔ مجھ پر بڑا ظلم ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول فرماتے تھے کہ مجھے رحم آگیا۔ کہ کسی مجبوری سے ہی اس نے ایسا کیا ہوگا۔ پوچھا کیا ہوا تھا۔ تو جواب دیا۔ ان لوگوں نے بیوی کے برابر روپیہ میرے سامنے رکھ دیا۔ پھر میں نکاح نہ پڑھتا تو کیا کرتا۔ کیا یہی علماء ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نبی کے وارث ہیں۔

مصر کے ایک جوئے باز شیخ الاسلام

یہ تو ہمارے ملک کی حالت ہے مصر میں میں نے دیکھا کہ پورٹ سعید کے شیخ الاسلام (مفتی) کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ اور علی الاعلان برسر بازار جوا کھیل رہا تھا۔ عمان کا ایک عالم جو مجھے مل چکا تھا۔ اور مجھ سے واقف ہو گیا تھا کہ میں ایک مذہبی آدمی ہوں وہ بھی اسکے ساتھ جوا کھیل رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اُسنے بہت ٹلانا چاہا مگر وہ مفتی صاحب جب نہ ٹلے تو آخر اس نے معاف کہا کہ میں اب نہیں کھیلونگا۔ اگر کوئی مخفی غلطی اور کمزوری اور گناہ ہو تو اسے بشری کمزوری پر محمول کریں۔ مگر علی الاعلان اس طرح شریعت کی ہتک کرنی کیا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ ان کے دل میں اسلام کی محبت ہی نہیں رہی کیا دیکھتے نہیں کہ کس طرح علی الاعلان سُود لیا جاتا ہے۔ اور علماء دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے۔

کیا کسی مصلح کی ضرورت نہیں

پس ایسے خطرناک زمانہ میں جبکہ علماء اور عوام غربا اور امراء سب بگڑے ہوئے ہیں۔ کیا کسی مصلح کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے اسوقت دو ہی سوال ہیں۔ اول یہ کہ کیا اسلام کی موجودہ حالت کسی مصلح کی محتاج ہے یا نہیں دوسرا اگر محتاج ہے تو وہ مصلح کہاں ہے محض اعتراض کرکے بیٹھ رہنے سے آج کام نہیں چل سکتا۔

خدا کی نصرت مسلمان کہلانیوالوں کے ساتھ نہیں

ہم اس زمانہ میں دیکھتے ہیں کہ مسلمان کہلانیوالے خدا کے پیارے نہیں رہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم کہ خدا تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمتوں کو واپس نہیں لیا کرتا جب تک کہ وہ قوم ناشکری کرکے اس نعمت کو رد نہ کرے۔ اب اسوقت کے مسلمانوں کی حالت کو دیکھو کہ کیا وہ خدا کی نعمتیں پا رہے ہیں یا زحمتوں میں مبتلا ہیں۔ کیا مسلمانوں کو نصرت الٰہی مل رہی ہے یا ان پر خدا کا غضب ٹوٹ رہا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک وہ وقت تھا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی مردم شماری کا حکم فرمایا تھا۔ اور کل سات سو مسلمان نکلے تھے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا تھا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کو خیال ہے کہ اب بھی جبکہ ہم سات سو تک پہنچ گئے ہیں دشمن کے حملوں سے ہلاک ہو جائینگے۔ لیکن آج دیکھ لو۔ کہ سات کروڑ آدمی صرف ہندوستان میں ہے۔ لیکن انکے دل اسقدر ہل رہے ہیں جس طرح تیز ہوا سے پتے ہلتے ہیں۔ مگر مسلمان جب سات سو تھے وہ اٹھے اور بجلی کی طرح کوندے اور تمام دنیا پر غالب ہو گئے۔ جو فوجیں ان کے مقابلہ میں اٹھا۔ وہ پاش پاش ہو گیا۔

فرانس کا ایک مصنف لکھتا ہے کہ تم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اور کچھ کہو۔ مگر انکی ایک بات ضرور حیرت میں ڈالنے والی ہے۔ ایک کچی مسجد میں چند ننگے بھوکے اس کے اردگرد بیٹھے ہیں۔ مسجد ایسی کہ اسپر چھت بھی اچھی نہیں بارش ہوتی ہے تو پانی ٹپکتا ہے۔ اور فرش پر پانی جمع ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ منصوبے یہ کر رہے ہیں کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو فتح کرینگے۔ اور اسی کے مطابق وہ کرکے بھی دکھا دیتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے۔

تو اگر آج مسلمان خدا کے پیارے ہیں خدا کے محبوب ہیں تو کیوں ذلیل ہیں۔ کیا خدا کے پیارے ذلیل ہوا کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں ان باتوں کا فقدان ہے جو خدا کا پیار ابناتی ہیں۔ اسلئے یہ ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔ اور ان کا کوئی معاملہ ٹھیک نہیں۔ ان کے اعمال میں خلوص و درستی نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا جو ان سے معاملہ ہے۔ وہ بتا رہا ہے کہ یہ اب بگڑ چکے ہیں اور وقت ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی مرد خدا مبعوث ہو۔

اب سوال ہوتا ہے کہ ان کی حالت تو واقعی قابل اصلاح ہے وہ آدمی کہاں ہے۔ اگر خدا نے ان کیلئے کوئی چارہ کار تجویز کیا ہے تو کیا۔ اگر باوجود اسلام کی اس گری ہوئی حالت کے خدا نے ان کے لئے کوئی سامان نہیں کیا تو معلوم ہوا یہ دعویٰ درست نہیں کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ اور اگر اسلام سچا ہے تو ضروری ہے۔ کہ اسوقت اسلام کے پیروؤں کی حالت کو سدھارنے کے لئے اور انکو اسلام کی حقیقت پر قائم کرنے کے لئے کوئی شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث فرمایا جائے۔

اعتراضات کے جواب

اب میں ان مولویوں کے ان چند اعتراضات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو مجھ تک پہنچے ہیں اور میں مختصراً انکے جواب اسوقت دیتا ہوں۔

نبی کی لاش کا صحیح و سلامت رہنا

پہلا اعتراض جو قادیان میں تو نہیں بیان کیا گیا۔ مگر راستہ بھر میں اس کا تذکرہ ہوتا آتا تھا یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو ان کی قبر (نعوذ باللہ من ذالک) کھود کر دکھائی جائے۔ کیونکہ نبی کی علامت یہ ہے۔ کہ اس کی لاش کو مٹی نہیں کھاتی۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا قرآن کریم میں یہ بات بیان کی گئی ہے۔ اگر نہیں تو پھر قرآن کریم کے سوا ہر ایک خبر محتاج تصدیق کی ہے۔ بڑی سے بڑی حدیث اپنی صداقت کے ثبوت کی محتاج ہے۔ پس چونکہ قبر کا کھودنا ایک ناشائستہ فعل ہے۔ اور اسوقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک اسکی ضرورت یقینی دلائل سے ثابت نہ ہو۔ اسلئے ہم کہتے ہیں کہ پہلے اس بیان کی صداقت ثابت کرکے دکھاؤ۔ حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔ کیونکہ حدیثیں لوگوں نے اپنے پاس سے بھی بنالی ہیں۔ پس پہلے خدا کے فضل سے اس حدیث کی صداقت ثابت کرو۔ پھر ہم سے یہ مطالبہ کرو۔ پہلے کم سے کم تین نبیوں کی قبریں کھود کر ہمیں دکھاؤ۔ کہ ان کی لاشیں اب تک صحیح سلامت ہیں۔ پھر اسکے بعد ہم بھی اس معیار پر مرزا صاحب کی صداقت ثابت کرنے کے لئے تیار ہو جائینگے لیکن جب تک یہ لوگ اس حدیث کی صداقت کو عملی طور پر ثابت کرکے نہیں دکھا سکتے۔ ہم سے اس قسم کا مطالبہ کرنا بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود کی طرف جھوٹ منسوب کرنا

دوسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ نعوذ باللہ مرزا صاحب جھوٹ بولتے تھے۔ لیکن ان بے خبر معترضوں کو معلوم نہیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا کہہ کر ان کی صداقت ثابت کر رہے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ ہر نبی کو جھوٹا کہا گیا۔ کیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا نہیں کہا گیا۔ کیا ان کے متعلق یہ نہیں کہا گیا کہ انکی فلاں پیشگوئی جھوٹی نکلی اور فلاں پیشگوئی کذب ثابت ہوئی۔ پس جھوٹ سے کونسا نبی بری ہے کیا ابراہیم علیہ السلام پر ان کی کتابوں میں جھوٹ کا الزام نہیں۔ کیا ان کے نزدیک ابراہیم نے تین جھوٹ نہیں بولے۔ حدیثوں اور انکی تفسیروں میں ان کے تین جھوٹ لکھے ہیں کہتے ہیں۔ بیوی کو بہن کہا جھوٹ بولا۔ حالانکہ بیمار نہ تھے۔ کہا بیمار ہوں جھوٹ بولا۔ بتوں کو خود توڑا اور جھوٹ بولکر دوسرے بُت پر الزام لگایا۔ صحیح احادیث میں اسبارہ میں جو کچھ ہے۔ ہم اس کی تاویل کرتے ہیں۔ اور باقی تفسیروں کے بیان کو رد کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ کیا جواب دے سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کتب

ہیں جن کو یہ وحی من السماء کی طرح مانتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ جھوٹ بولنے والے لکھے گئے ہیں۔ پس جب ایک شخص ان کے نزدیک تین جھوٹ بولکر نبی ہو سکتا ہے۔ اور بہت بڑا نبی ہو سکتا ہے تو حضرت مرزا صاحب نے بھی اگر بفرض محال جھوٹ بولا۔ تو اس سے وہ جھوٹے کیسے ثابت ہو سکتے ہیں۔ بلکہ وہ تو ابراہیم کے مثیل ثابت ہونگے۔ جیسا کہ ان کا دعویٰ بھی ہے۔ پس حضرت مرزا صاحب پر جھوٹ کا الزام لگانیوالے ابراہیم اور دیگر نبیوں کی نبوت کو پہلے رد کریں۔ جو انبیر الزام ان کی تفسیروں میں موجود ہیں ان کو دور کرنے کے لئے اپنی تفسیریں پھاڑ دیں۔ پھر حضرت مرزا صاحب پر یہ اعتراض کریں جب تک یہ تفسیریں اور ان کے یہ اعتقاد موجود ہیں۔ انکو ہرگز یہ حق نہیں کہ حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کریں۔ ورنہ وہ جھوٹ کے الزام کے باوجود ان کے اپنے اعتقاد و مسلمات کی رو سے نبی ہیں اور انپر یہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔

غلطی اور جھوٹ میں فرق

دراصل یہ چھوٹی سی بات ہے۔ غلطی اور جھوٹ میں بہت فرق ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ انسان کو اصل بات یاد ہوتی ہے۔ لیکن لکھتے یا بولتے وقت حوالہ دینے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ فرض کر لو کہ اگر کوئی قرآن کریم کی ایک آیت پڑھے۔ وہ سورہ نساء کی ہو اور اسکی زبان سے نکل جائے یا لکھا بھی جائے کہ آل عمران میں یہ آیت ہے تو کیا اسکو کوئی عقلمند جھوٹ کہیگا۔ جھوٹ تو تب ہوتا۔ کہ اس آیت کا قرآن کریم میں وجود ہی نہ ہوتا۔ اسی طرح حدیث کے حوالے میں اگر حضرت مسیح موعودؑ نے مسلم کی بجائے بخاری یا کسی اور کتاب کا نام لکھ دیا۔ تو اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ایسی غلطی عموماً ہو جاتی ہے۔ اور بہت دفعہ ایک حدیث کے بہت سے اجزا ہوتے ہیں۔ جو متفرق مقامات اور متفرق کتب میں ملتے ہیں یا ان کی شرحوں میں کوئی بات آگئی ہوتی ہے۔ سمجھنے میں اصل کتاب کا یا ایک کتاب کا نام لے دیا جاتا ہے۔ بخاری کے متعدد ابواب اس قسم کے ہیں کہ ان کے نیچے جو حدیثیں درج ہیں۔ ان کا عنوان سے کچھ تعلق نہیں۔ شارحین اسکی تاویلیں کرتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ امام بخاری باب کی عبارت اس حدیث کے ایسے ٹکڑوں کی بناء پر لکھ دیتے ہیں جو اسجگہ انھوں نے درج نہیں کئے ہوتے۔ اسی طرح اگر حضرت مرزا صاحب سے اگر کسی صحیح حدیث کو لکھ کر اصل کتاب کی بجائے کسی دوسری کتاب کا نام لکھا گیا۔ تو ان پر جھوٹ کا الزام بددیانتی اور بیہودگی ہے۔ چلو ہم اسکو سُنّت بخاری کہدینگے۔ پھر وہ کیا اعتراض کرینگے۔

حضرت مسیح موعود پر نبیوں کی ہتک کا جھوٹا الزام

پھر کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے نبیوں کی ہتک کی اور حضرت عیسیٰ کو گالیاں دیں۔ لیکن اس سے زیادہ ان کی کیا کم فہمی ہو سکتی ہے کہ حضرت اقدسؑ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینے کا الزام لگایا جائے۔ کیا دنیا میں کوئی شخص جس کا مثیل ہونے کا دعویٰ کرے۔ اور اپنے متعلق یہ سمجھے۔ کہ میں اس جیسا ہوں۔ وہ اسکو گالیاں دے سکتا۔ اور اسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔ کیا ان بے خبر اور معترضوں کو علم نہیں کہ جب عیسائیوں کی زبان اور قلم سے ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں گند و خرافات بکا جانے لگا۔ اور انھوں نے گندی سے گندی اور ناپاک سے ناپاک گالیاں دینا اپنا شیوہ بنالیا اسوقت حضرت مسیح موعودؑ نے انکو یہ محسوس کرانے کے لئے کہ یہ طریق غلط ہے۔ انجیل کے پیش کردہ یسوع کو اور اس کی انجیلی حیثیت کو سامنے رکھکر سختی سے جواب دیا۔ اس طریق نے عیسائیوں کے قلموں کو توڑ دیا۔ اور ان کی زبان کو بند کر دیا۔ کیا حضرت مرزا صاحب نے یہ طریق اختیار کرکے آنحضرتؐ کی ایک خدمت نہیں کی۔ اور آپ کو دشمنوں کی بدزبانیوں سے نہیں بچایا۔ پھر حیرت ہے۔ کہ ان کو کیوں غصہ آتا ہے کہ عیسیٰ کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ جائیں یہ عیسائی ہو جائیں۔ ہم محمدی ہیں۔ ہمیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت ہے۔ اگر آپ پر اب بھی کوئی اس طریق سے حملہ کریگا۔ تو ہم پھر وہی طریق اختیار کرینگے۔ ہمیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کبھی انسان سے محبت نہیں ہو سکتی۔ حضرت مرزا صاحب نے جو طریق اختیار کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عیسائیوں نے اپنا طریق عمل بدل دیا۔ اور گورنمنٹ کو بھی ایک قانون بنانا پڑا۔ پس یہ کیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرنیوالے لوگ ہیں۔ کہ جس طریق سے آپ کی عزت کو بچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ اسی کو برا کہتے ہیں۔ اور اس کو گالیاں قرار دیتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود پر دعویٰ الوہیت کا الزام

پھر اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے الوہیت کا دعویٰ کیا۔ اور ثبوت یہ کہ انھوں نے لکھا کہ میں نے آسمان بنایا اور زمین بنائی۔ لیکن ان مولویت کے مدعیوں کو معلوم نہیں۔ کہ یہ خواب اور کشف کی بات ہے۔ اور خواب اور کشف معنے رکھتے ہیں حضرت مسیح موعود نے اپنا ایک کشف بیان کیا ہے اور اس کشف میں انسان کا اپنا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کشف اور خواب پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ تو احادیث میں آتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے کشف دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں دو کڑے ہیں۔ کیا کوئی ان مولویوں جیسا بے خبر اعتراض کر سکتا ہے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ من ذالک) عورتوں کی طرح زیور پہنا کرتے تھے۔ پھر یہ مولوی صاحب جنھوں نے یہ اعتراض پیش کیا ہے۔ غالباً انہی کے پیر مولوی محمد علی مونگھیری نے اپنی ایک خواب بیان کی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ وہ اپنی ماں سے جماع کر رہے ہیں کیا یہ ایک گندا خواب نہیں۔ پھر شیشہ کے مکان میں بیٹھنے والے ہم پر کیوں پتھر پھینکتے ہیں۔ آسمان و زمین کا بنانا خواب میں دیکھنا تو بُرا نہیں۔ مگر ماں سے جماع کرنا کہاں کی خوبی ہے۔ پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ انھوں نے اپنے پیر مولوی فضل الرحمان صاحب سے بیان کیا۔ اور انہوں نے کہا کہ اسکے معنے ہیں۔ کہ آپ کو بڑا درجہ ملیگا۔ اسپر ہمارے ایک دوست نے لکھا تھا کہ ان پیر صاحب کے مرید اس بڑے درجہ کے حصول کے لئے آنکھیں بند کرکے ماں کے ساتھ جماع کرنے کا تصور کرکے بیٹھ جاتے ہونگے اور اس طرح روحانی منازل طے کرتے ہونگے۔ یہ ان مولویوں کی تہذیب ہے۔ اور یہ انکی واقفیت ہے۔ اور اسی پر یہ خوش ہیں یہ دوسرے کو شرک کا الزام دیتے ہیں۔ اور خود خدا بننا چاہتے ہیں۔ کیونکہ عالم رؤیا پر حکومت کرنی چاہتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

علم تعبیر والوں نے لکھا ہے کہ جو خواب میں دیکھے کہ پاخانہ جمع کرتا ہے۔ وہ مال جمع کریگا۔ کیا یہ علم کے وارث مولوی جس کی اس قسم کی خواب سنینگے۔ اسپر یہ الزام لگائینگے۔ کہ وہ نہایت گندہ اور غلیظ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس خواب کے مطابق آئے ہوئے مال سے ایسا شخص ان مولویوں کی دعوت کرے۔ تو یہ اس کا کھانا کھانے سے انکار کریں۔

محمدی بیگم والی پیشگوئی

ایک اعتراض محمدی بیگم کے متعلق ہے لیکن یہ خدا کی حکمت ہے۔ کہ اُس نے آج اس مکان کو جس میں تقریر ہو رہی ہے۔ اس

پیشگوئی کے حل کرنے کے لئے چُنا گیا ہے۔ کیونکہ اس مکان کا اس پیشگوئی سے خاص تعلق ہے۔ اور کیا یہ ایک عظیم الشان نشان نہیں۔ کہ اس مکان میں جس کے ساکنوں کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی۔ اس پیشگوئی پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب دیا جا رہا ہے۔

اس پیشگوئی میں انذار تھا۔ اور وحی کے یہ الفاظ یہ ہیں توبی توبی فان البلاء علیٰ عقبیک۔ اے عورت توبہ کر توبہ کر کہ عذاب تیرے پیچھے ہے۔ احمد بیگ حضرت مسیح موعود کا دُور کا رشتہ دار تھا۔ اور حضرت اقدس ؑ کے تمام خاندان میں مشرکانہ خیالات پھیلے ہوئے تھے۔ ہمارے خاندان میں پہلے پنڈت پروہت بھی اسی طرح ہوتے تھے۔ جس طرح مولوی اور ہمارے خاندان کی ریاست ان پروہتوں کی بیوفائی ہی سے گئی تھی۔ حضرت صاحب کے دادا جب بچے تھے اسوقت کوئی سکھ ملنے کو آیا۔ اور اس نے کہا۔ واہگورو جی کا خالصہ واہگورو جی کی فتح۔ اسی طرح انہوں نے بھی یہی لفظ دہرا دیئے۔ ان کے والد اندر چلے گئے اور کہا۔ اب یہ ریاست سلامت نہیں رہیگی۔ چنانچہ ان کی حکومت کے دوران میں اسلام کی جگہ مشرکانہ عبادات اور ہندوانہ رسومات آگئی تھیں۔ اور اسوقت سے برابر یہ مرض خاندان کے اکثر لوگوں میں چلا آرہا تھا۔

ان حالات کو دیکھ کر حضرت اقدس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مرزا احمد بیگ کی کسی لڑکی کے رشتہ کے لئے آپ کوشش کریں۔ تا شاید اس قسم کے رشتہ کے سبب سے ان لوگوں کی اصلاح میں زیادہ مدد ملے۔ اور ان لوگوں کی اصلاح کی کوئی صورت ہو جائے۔ جب تحریک کی گئی تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ رشتہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تو آپ کی رشتہ میں بہن لگتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک شادی آپ کی پھوپھی زاد بہن سے ہوئی تھی۔ یہ جائز ہے۔ ایک عورت نے کہا کہ انھوں نے بھی اپنی بہن ہی سے نکاح کیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) چونکہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ کی ہتک کی تھی۔ اسپر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت رنج ہوا۔ اور آپ نے اس امر میں خدا تعالیٰ کی طرف توجہ فرمائی۔ اور الہام ہوا۔ کہ اس گستاخی کی سزا میں اب ان کے لئے یہ بات مقرر کی جاتی ہے۔ کہ یہ اس لڑکی کا رشتہ آپ سے کریں۔ اور اگر ذکر دینگے۔ تو پھر اس اس طرح کا عذاب نازل ہوگا اور اسی وقت یہ الہام بھی ہوا۔ کہ توبی توبی فان البلاء علیٰ عقبیک اے عورت توبہ کر توبہ کر۔ کیونکہ بلا تیرے پیچھے آرہی ہے۔

یہ پیشگوئی رسول کریم ؐ کی عظمت کے اظہار کے لئے کی گئی۔ مگر مولوی خوش نہیں۔ کہ آپ کی عظمت ظاہر ہو یہ تب خوش ہوتے ہیں۔ اور ان کے سینوں میں تب ٹھنڈک پڑتی ہے۔ جب رسول کریم ؐ ہی کی ہتک ہو۔ غرض جب یہ معاملہ ہوا۔ اسوقت حضرت نے پیشگوئی شایع فرمائی۔ کہ اگر یہ نکاح مجھ سے نہ ہوا۔ تو اس لڑکی کا والد تین سال میں اور جس سے نکاح ہوگا۔ ڈھائی سال میں فوت ہونگے۔ چنانچہ نکاح کے چند ماہ بعد احمد بیگ مر گیا۔ اور اس کے مرنے سے تمام خاندان میں کہرام پڑ گیا۔ اور مرزا سلطان محمد پر بھی خوف طاری ہو گیا۔ اور اس نے آپ کی ہتک میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اب جب اسپر خوف طاری ہوا۔ اور اس نے اس طریق ہتک سے بالکل علیحدگی رکھی۔ جسمیں دوسرے لوگ خاندان کے حصہ لے رہے تھے۔ بلکہ یہ لکھا کہ میں مرزا صاحب کو نیک اور خادم اسلام سمجھتا ہوں۔ تو پھر خدا اسکو کیوں سزا دیتا۔ پیشگوئی کی غرض ان میں خدا کا خوف پیدا کرنا اور ان خیالات ہندوانہ سے توبہ کرانا تھی۔ جنمیں وہ مبتلا تھے۔ اور یہ بات پیشگوئی کے بعد حاصل ہو گئی۔ لڑکی کا باپ جس نے مخالفت سے توبہ نہ کی ہلاک ہو گیا۔ لڑکی کا خاوند خائف ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود کے متعلق اظہار حسن ظنی کرتا رہا۔ پھر سب سے بڑھکر یہ کہ جن لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اس قسم کے رشتوں کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے اپنے خیالات کو ایسا چھوڑا۔ کہ اپنی ایک لڑکی حضرت مسیح موعود ؑ کے ایک بیٹے کو (جو ان سے وہی رشتہ رکھتی تھیں۔ جو محمدی بیگم حضرت مسیح موعود ؑ سے) بیاہ دی۔

جب حالات ایسے بدل گئے۔ اور جب وہ لوگ جو مخالفت کر رہے تھے۔ ڈر گئے۔ تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ ان کو عذاب ملتا اور اسکو کوئی جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔ اگر باوجود اصلاح کرنے کے سزا ملے۔ تو یہ تو اندھیر نگری چوپٹ راجہ والا معاملہ ہوگا جن لوگوں نے انہیں سے سرکشی کی۔ وہ سب ہلاکت اور عذاب میں گرفتار ہوئے۔ اس پیشگوئی کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ میں اس گھر کو (جسمیں آج تقریر ہو رہی ہے)۔ بیواؤں سے بھر دونگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر وہ لوگ زندہ ہوتے۔ تو ہمیں یہاں لیکچر کا موقعہ کیسے ملتا۔

پھر پیشگوئی تھی۔ کہ ہم اس گھر میں کچھ حسینی سنت سے داخل ہونگے کچھ حسنی سے۔ اور حسینی سنت تو لڑائی تھی۔ چنانچہ خدا کی تلوار نے اس خاندان کے سرکشوں کو ختم کیا۔ اور حسنی سنت صلح تھی کہ ایک بچہ جو بچا وہ احمدی ہو گیا۔

بس خدا رحمٰن و رحیم ہے۔ وہ توبہ و انابت کرنیوالے پر رحم فرماتا ہے۔ مرزا سلطان محمد صاحب نے رجوع کیا۔ اور ان سے عذاب ٹل گیا۔ اگرچہ لوگوں نے ان کو بہت جوش دلایا۔ مگر انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی ہتک نہیں کی۔ اور یہ بھی کیا کم ہے کہ ہمیشہ ان کا ذکر آتا ہے۔ مگر وہ خاموش رہتے ہیں۔ لیکن میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ لوگ مرزا سلطان محمد صاحب کو شوخی پر آمادہ کریں۔ حضرت صاحب کا اعلان موجود ہے۔ کہ اگر وہ شوخی کریگا۔ تو پھر وہ بچ نہیں سکتا۔ وہ اس کا تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ اگر اسی طرح نہ ہو جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے۔ تو پھر بیشک جو چاہیں۔ ہم پر الزام دیں۔

حضرت صاحب کی عمر کے متعلق اعتراض

پھر ایک اعتراض حضرت صاحب کی عمر کے متعلق بھی کیا گیا ہے اس کا جواب ایک اشتہار کی صورت میں شایع ہو چکا ہے۔ عجیب بات ہے کہ مولوی ثناء اللہ آپ کی زندگی میں تو لکھتے رہے ہیں۔ کہ آپ کی عمر اسی سال کے قریب ہے۔ اور آپ کی اس پیشگوئی کے متعلق کہ آپ کی عمر اسی سال کی یا چند سال کم یا چند زیادہ ہوگی۔ لکھتے رہے ہیں۔ کہ آپ ان تمام منزلوں کو طے کر چکے ہیں۔ مگر جب آپ ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے۔ تو آپ کی عمر مولوی ثناء اللہ کے نزدیک ستر سال سے بھی کم ہو گئی کیا یہ مولوی ثناء اللہ کی چالاکی نہیں۔ جب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپکی عمر چوہتر سال کے قریب تھی۔ اور جبکہ دوسرے لوگ جو آپ کے واقف تھے انکی شہادت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپکی عمر اسی مدت کے قریب تھی اور جبکہ آپ کے ایسے دشمنوں کی شہادت سے جو بچپن سے آپ سے واقف تھے۔ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کی عمر اسی کے قریب تھی اور جبکہ خود مولوی ثناء اللہ صاحب کی اپنی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کے علم میں بھی حضرت مسیح موعود کی عمر اسی مدت کے قریب تھی۔ بعض ایسے حوالوں کی بناء پر جو اسقدر شہادتوں کے

خلاف نظر آتے ہوں۔ اس پیشگوئی پر اعتراض کرنا شرارت نہیں تو اور کیا ہے۔ پرانے زمانہ میں پیدائش کے رجسٹر نہ تھے۔ نہ اس طرح حساب رکھے جاتے تھے۔ پس بعض اوقات اگر حضرت مسیح موعودؑ کی عمر کے متعلق سرسری طور پر کوئی ایسی میعاد بھی بتادیگئی ہے۔ جس سے کچھ کم عمر ثابت ہو۔ تو اسکو حجت نہیں پکڑا جا سکتا۔

طاعون کی پیشگوئی

پھر اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی۔ کہ قادیان میں طاعون نہیں پڑیگی۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ حضرت صاحب نے کبھی اور کہیں یہ پیشگوئی نہیں کی۔ کہ قادیان میں طاعون نہیں پڑیگی۔ وہ اسکا ثبوت دیں۔ اور وہ الہام پیش کریں۔ ہاں حضرت صاحب نے یہ پیشگوئی فرمائی۔ کہ میرے گھر میں طاعون نہیں آئیگی۔ اور میرے گھر میں کوئی طاعون کا کیس نہیں ہوگا۔ حالانکہ آپ کے گھر میں سو کے قریب مرد و زن رہتے تھے۔ مگر ایک دفعہ بھی آج تک اس گھر میں طاعون کا کیس نہیں ہوا۔ حتی کہ چوہا بھی نہیں مرا اور آپکے مکان کے گرد اس طرح طاعون پھیلتی رہی ہے۔ جس طرح جنگل میں آگ۔ اور اس گھر میں جسمیں اس وقت تقریر کر رہا ہوں۔ طاعون پڑی۔ اور اس سے موتیں ہوئیں۔ مگر آپکے گھر جو اس سے دیوار بدیوار ملحق ہے۔ ہر طرح محفوظ رہا اور محفوظ ہے۔

مدعی کی پرکھ کیلئے تین باتیں درکار ہیں

پس یہ اعتراض لغو ہیں۔ اور ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہاں اصولاً یہ ہونا چاہیئے۔ کہ کسی مدعی کی صداقت کے معلوم کرنے کے لئے قرآن کریم کیا معیار پیش کرتا ہے اور وہ کونسی باتیں ہیں جو کسی مدعی میں پائی جانی چاہیئیں۔ میں اسجگہ تین موٹی موٹی باتیں جو قرآن کریم نے اصول کے طور پر ہر ایک مدعی کے صدق یا کذب کے معلوم کرنے کے متعلق پیش کی ہیں۔ بیان کرتا ہوں:۔ (۱) ماضی کے متعلق (۲) حال کے متعلق (۳) مستقبل کے متعلق جسمیں یہ تین باتیں اچھی ہونگی۔ وہ صادق اور راستباز ہوگا۔

مدعی کا ماضی

اول ماضی کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہٖ افلا تعقلون (پارہ ۱۱ ع ۷) فرمایا کہ تم ایک مدعی کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی کی طرف دیکھو۔ فرمایا کہ محمد رسول اللہ نے تم میں چالیس سال تک زندگی بسر کی۔ کیا اس چالیس سال کے لمبے زمانہ میں جس میں جوانی کی امنگوں کا زمانہ بھی شامل ہے۔ کوئی اس کی زندگی پر اعتراض کیا جاسکتا ہے۔ پس جب جوانی اور جوشوں اور امنگوں کے زمانہ میں اس نے انسانوں پر جھوٹ نہیں بولا۔ تو کیا بڑھاپے میں وہ خدا پر جھوٹ بولیگا۔ بلکہ اب تک تم اس کو "امین" کے لقب سے ہی یاد کرتے ہو۔ پس اب جبکہ کل تک تم اس کو صادق اور راستباز سمجھتے تھے۔ یہ کیا ہو گیا۔ کہ یہ صبح کو بگڑ گیا۔ اور راتوں رات اس کی قلب ماہیت ہوگئی۔ ہر ایک بدی بتدریج پیدا ہوتی ہے یہ کبھی نہیں ہوتا۔ کہ ایک شخص رات کے وقت صادق سوئے۔ اور صبح کو بدترین جھوٹ کا مرتکب ہو کر اٹھے پہلے تو انسانوں پر بھی جھوٹ نہ بولتا تھا۔ اور اب خدا پر جھوٹ بولنے لگا۔

مسیح موعود کا ماضی

اس کے مطابق ہم حضرت مرزا صاحب کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی کو دیکھتے ہیں۔ تو آپ نے یہاں کے ہندوؤں سکھوں اور مسلمانوں کو بار بار باعلان فرمایا۔ کہ کیا تم میری پہلی زندگی پر کوئی اعتراض کر سکتے ہو۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ بلکہ آپ کی پاکیزگی کا اقرار کرنا پڑا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی جو بعد میں سخت ترین مخالف ہو گیا۔ اس نے اپنے رسالہ میں آپ کی زندگی کی پاکیزگی اور بے عیب ہونے کی گواہی دی۔ اور مسٹر ظفر علیخان کے والد نے اپنے اخبار میں آپ کی ابتدائی زندگی کے متعلق گواہی دی۔ کہ بہت پاکباز تھے۔ پس جو شخص چالیس سال تک بے عیب رہا۔ اور اس کی زندگی پاکبازانہ رہی۔ وہ کس طرح راتوں رات کچھ کا کچھ ہو گیا۔ اور بگڑ گیا علماء نفس نے مانا ہے۔ کہ ہر عیب اور اخلاقی نقص آہستہ آہستہ پیدا ہوا کرتا ہے۔ ایک دم کوئی تغیر اخلاقی نہیں ہوتا ہے۔ پس دیکھو کہ آپ کا ماضی کیسا بے عیب اور بے نقص اور روشن ہے۔

مدعی کا حال

دوسری بات کسی مدعی کا حال دیکھنا ہوتا ہے اس کے لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشہاد (پ ۲۴ ع ۱۱) فرمایا کہ ہم اپنے رسول اور ایماندار لانیوالوں کی نصرت فرماتے ہیں۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ پس جو خدا کا رسول ہو۔ اس کے ساتھ خدا کی نصرت ہوتی ہے۔ اگر نصرت نہیں۔ تو وہ خدا کا مرسل اور رسول نہیں۔ لوگ قریب ہوتا ہے۔ کہ اسکو ہلاک کردیں۔ مگر خدا کی نصرت آتی ہے اور اسکو کامیاب کرتی ہے۔ اور اس کے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتی ہے۔

حضرت مسیح موعود کا حال

یہی معاملہ حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں ہوا۔ آپ کو طرح طرح سے مارنے کی کوشش کی گئی۔ لوگ مارنے پر متعین ہوئے۔ جن کا علم ہو گیا۔ اور وہ اپنے ارادے میں ناکام رہے مقدمہ آپ پر جھوٹے اقدام قتل کے بنائے گئے۔ چنانچہ ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا بنایا۔ اور ایک شخص نے کہہ بھی دیا۔ کہ مجھے حضرت مرزا صاحب نے متعین کیا تھا۔ مجسٹریٹ وہ جو اس دعویٰ کے ساتھ آیا تھا۔ کہ اس مدعی مہدویت و مسیحیت کو اب تک کسی نے پکڑا کیوں نہیں میں پکڑونگا۔ مگر جب مقدمہ ہوتا ہے۔ وہی مجسٹریٹ کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ جھوٹا مقدمہ ہے۔ بار بار اس نے یہی کہا۔ اور آخر اس شخص کو عیسائیوں سے علیحدہ کرکے پولیس افسر کے ماتحت رکھا گیا اور وہ شخص رو پڑا۔ اور اس نے بتا دیا کہ مجھے ۔۔۔ عیسائیوں نے سکھایا تھا۔ اور خدا نے اس جھوٹے الزام کا قلع قمع کر دیا۔ اسی طرح ہماری جماعت کے پرجوش مبلغ مولوی عمر الدین صاحب شملوی اپنا واقعہ سنایا کرتے ہیں کہ وہ بھی اسی معیار پر پرکھ کر احمدی ہوئے ہیں۔ وہ سناتے ہیں۔ کہ شملہ میں مولوی محمد حسین اور مولوی عبد الرحمٰن سیاح اور چند اور آدمی مشورہ کر رہے تھے۔ کہ اب مرزا صاحب کے مقابلہ میں کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب نے کہا۔ کہ مرزا صاحب اعلان کر چکے ہیں کہ میں اب مباحثہ نہیں کرونگا۔ ہم اشتہار مباحثہ دیتے ہیں۔ اگر وہ مقابلہ پر کھڑے ہو جائینگے۔ تو ہم کہینگے۔ کہ انھوں نے جھوٹ بولا کہ پہلے تو اشتہار دیا تھا کہ ہم مباحثہ کسی سے نہ کرینگے۔ اور اب مباحثہ کے لئے تیار ہو گئے۔ ۔۔۔۔۔ اور اگر مباحثہ پر آمادہ نہ ہوئے۔ تو ہم شور مچادینگے۔ کہ دیکھو مرزا صاحب ہار گئے۔ اسپر مولوی عمر الدین صاحب نے کہا کہ اگر کیا حضر درست ہے میں جاتا ہوں اور جا کر انکو قتل کر دیتا ہوں۔ مولوی محمد حسین نے کہا کہ لڑکے تجھے کیا معلوم۔ یہ سب کچھ کیا جا چکا ہے۔ مولوی عمر الدین صاحب

کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ کہ جسکی خدا اتنی حفاظت کر رہا ہے۔ وہ خدا ہی کی طرف سے ہوگا۔ انھوں نے جب بیعت کر لی تو واپس جاتے ہوئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالہ کے سٹیشن پر ملے اور کہا کدھر انھوں نے کہا کہ قادیان بیعت کر کے آیا ہوں۔ کہا تو بہت خبیث ہے تیرے باپ کو لکھونگا۔ انھوں نے کہا کہ مولوی صاحب یہ تو آپ ہی کے ذریعہ ہوا ہے جو کچھ ہے۔

پس مخالف اسکو مارنا چاہتے ہیں تو وہ بچایا جاتا ہے۔ خدا اسکی اپنے تازہ علم سے نصرت کرتا۔ اور ہر میدان میں اسکو عزت دیتا ہے۔

جھوٹے مدعی کو لمبی مدت نہیں ملتی

حال کے متعلق ایک اور بات بھی ہے کہ خدا کبھی کسی جھوٹے مدعی کو تئیس سال کی عمر نہیں دیتا جیسا کہ فرمایا۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔ جھوٹے مدعی کو تباہ کر دیا جاتا ہے اور ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اور کبھی اسکو لمبی مہلت نہیں ملتی۔ پس ہمارے مخالف کسی جھوٹے مدعی کو ۲۳ سال دعویٰ کے بعد زندہ رہتا ہوا دکھائیں۔ وہ نہیں دکھا سکتے۔ ان کو مدعی کی اپنی تحریر دکھانی ہوگی۔ یہ نہیں کہ مخالف کی بات دکھائیں۔ کیونکہ مخالف کیا کچھ نہیں کیا کہتے۔ مثلاً حضرت صاحب ہی کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا۔ نعوذ باللہ۔ پس ضروری ہے کہ مدعی کا اپنا بیان دکھائیں۔

مدعی کا استقبال

تیسری بات مدعی کے استقبال کے متعلق ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی یہ بات اللہ تعالیٰ نے لکھ لی ہے۔ فرض کر دی ہے کہ خدا اور اس کے رسول ہی غالب ہونگے۔ اور خدا اور خدا کے رسول ہی فاتح ہونگے یا تک ہم ۱ اور آئندہ بھی

حضرت مسیح موعودؑ کا استقبال

ہم حضرت مرزا صاحب کے آئندہ زمانہ کے متعلق آپ کے حال سے قیاس کرتے ہیں۔ آپ کمزور تھے۔ اور آپ اکیلے تھے۔ مگر تمام دنیا آپکی دشمن تھی۔ عیسائیوں کو آپ سے بغض ہندوؤں کو آپ سے عناد اور سکھوں کو اگرچہ نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ مگر ان کو بھی آپ سے غصہ تھا۔ اسلئے کہ آپ نے ست بچن میں بابا نانک صاحب کی تعریف اور خوبی بیان کرتے ہوئے ان کے مسلمان ہونے کا ذکر کیا تھا۔ اور مسلمان جن کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ کے لئے عیسائیوں سے زیادہ جوش اور محبت ہے۔ وہ بھی آپ کی جان کے دشمن ہو گئے تھے۔

پھر گورنمنٹ بوجہ مہدویت اور مسیحیت کے دعویٰ کے آپ سے بدظن تھی۔ خفیہ پولیس کے آدمی باقاعدہ یہاں ڈائری بھیجتے رہتے اور غالباً اب بھی ہونگے۔ اور ایک پولیس مین تو یہاں رہتا ہی ہے ہمارے مہمانوں کی فہرست اب تک گورنمنٹ کے ہاں جاتی ہے۔ لیکن ان تمام موانع اور دشمنیوں کے باوجود آپ کے سلسلہ کو ترقی ہوئی۔ آپ ایک تھے۔ مگر آپ کے ماننے والے لاکھوں ہو گئے۔ کیا حضرت مرزا صاحب کی فتح کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ مخالفوں کی موجودگی میں آپ نے اعلان کیا کہ جو نیک اور متقی ہونگے۔ وہ سب میرے ساتھ شامل ہو جائینگے۔ اور ان کو اپنے ساتھ ملا لونگا۔ اور آپ نے ایسا کر کے دکھا دیا۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارے بیٹے کنجر خانے میں جائیں۔ عیسائی ہو جائیں۔ مگر احمدی نہوں۔ لیکن پھر بھی لوگ احمدی ہو رہے ہیں۔ اور بکثرت ہو رہے ہیں۔ کیا یہ آپ کی فتح نہیں قادیان کی ترقی کے متعلق پیشگوئی فرمائی۔ کہ بیاس تک ہو گی چند سال میں ایک میل تک قادیان پھیل گئی ہے۔ اور اس سے ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ عنقریب بیاس تک اسکی آبادی پہنچ جائیگی فرمایا تھا کہ یاتون من کل فج عمیق۔ لوگ قادیان میں دور دور سے آئینگے۔ اور راستے گھس جائینگے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ خود ان مولویوں کا آنا بھی ایک نشان ہے۔ مولوی آئے اور راستہ کی خرابی کی شکایت کی۔ مگر یہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت ہے کہ وہ لوگ یہاں آئے اور خدا کی پیشگوئی پوری ہوئی۔

آئندہ کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں۔

حضرت صاحب نے آئندہ کیلئے پیشگوئی بھی فرمائی ہے۔ کہ آئندہ آپ ہی کا سلسلہ رہ جائیگا۔ اور باقی فرقے بالکل کم تعداد اور کم حیثیت ہو جائینگے۔ اور ہم اسکے آثار دیکھ رہے ہیں۔ اور اس کا کچھ اور حصہ ہم اپنی زندگی میں دیکھینگے ان کو اپنی کثرت پر گھمنڈ ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں۔ کہ ان کی کثرت کو قلت سے بدل دیا جائیگا۔ اور ان کی کثرت چھینکر خدا کے بیٹے کو دی جائیگی۔ اور وہ قلت جو آج ہمارے لئے قابل نفرت خیال کی جاتی ہے۔ کل انکو ذلیل کریگی ہم تھوڑے ہیں۔ لیکن وہ یاد رکھیں زمانہ ختم نہیں ہوگا اور قیامت نہیں آئیگی۔ جب تک حضرت مرزا صاحب کے ماننے والے ساری دنیا پر نہ پھیل جائیں۔ یورپ میں احمدیت ہوگی امریکہ میں احمدیت ہوگی۔ چین و جاپان عرب و ایران شام۔ غرض ساری دنیا میں احمدیت ہی احمدیت ہوگی۔ ان سب ممالک کو خدا کا کلام سنایا جائیگا۔ اور ایک دن وہ ہوگا کہ خدا کا سورج احمدیوں ہی احمدیوں پر چڑھیگا۔ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیاں ہیں جو پوری ہونگی۔ یہ تو عام پیشگوئی ہے لیکن ایک ملک کے متعلق ایک خاص پیشگوئی بھی ہے جو میں سناتا ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ زار روس کا عصا چھین دیا گیا۔ اور امیر بخارا کی کمان آپ کو ملی پس ہم امید کرتے ہیں کہ روس کی حکومت عنقریب احمدی ہوگی۔ زار کی سلطنت مٹ چکی ہے۔ عصا زار روس سے چھینا جا چکا ہے۔ اور آدھا حصہ پیشگوئی کا پورا ہو چکا ہے۔ مگر اب دوسرا حصہ بھی انشاء اللہ پورا ہوگا۔ اور دنیا اپنی آنکھوں سے خدا کے مقدس کی صداقت کو دیکھ لیگی۔

کیا یہ شاندار استقبال نہیں کہ جماعت ایک سے کئی لاکھ ہو گئی اور ایک نکلتا ہے تو اس کی جگہ بیسیوں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا ان اصول کے مطابق آپ کی صداقت میں شک کیا جا سکتا ہے۔ تینوں کے تینوں زمانے آپ کی صداقت کی گواہی دے رہے ہیں۔

غرض ثبوتوں اور اصولوں کو دیکھنا چاہیئے۔ محض اعتراض پر بڑے رہنا کوئی بات نہیں یہ ایک لغو بات ہے۔ قرآن جو اصول بتاتا ہے اسکے رو سے آپکی صداقت ظاہر ہو رہی ہے۔ اعتراض جو تھے ہیں ان کیلئے اصول بھی ہوتے ہیں جب تک کسی اصول کے ماتحت گفتگو نہ ہو دنیا میں کوئی مسئلہ نہیں حل ہو سکتا۔

جماعت کو نصیحت

اب میں اپنی جماعت کو بھی ایک نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تمہارے دشمن تمہیں پامال کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر تم ایمان سے تمو سینہ رکھتے ہو۔ تو وہ تمہیں پامال نہیں کر سکتے آپ اپنے اقوال افعال۔ عقائد اخلاق اور معاملات کو درست کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم بقدم چلو۔ کمزوریاں اور سستیاں چھوڑ دو۔ تمہیں بہت بڑا کام در پیش ہے۔ بڑی اہم ہے جو تمہیں سر کرنی ہے۔ تم نے احمدیت کو پھیلانا ہے یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک تم بداخلاقی کو نہ چھوڑ دو۔ بدمعاملگی کو نہ چھوڑ دو اور نمازوں اور دیگر دین کے احکام میں پوری پابندی اختیار کرو۔ کوشش کرو کوشش کرو کہ فتح پاؤ۔ تمہیں سچی فتح ہوگی اور دشمن کی جھوٹی فتح بھی اس کیلئے سوگواری کا موجب ہوگی اور دشمن تم سے اسطرح بھاگ جائیگا جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔ اگر تم اس تمام علاقے کو احمدی بنا چکے ہوتے۔ تو آج دشمن کو اتنا بھی موقعہ نہ ملتا کیونکہ مولویوں کی قوم بزدل قوم ہے اور انکو ظاہری سامانوں پر ہی بھروسہ ہے وہ اس قوتوں اور طاقتوں کے خزانے سے غافل ہیں جو خدا تو سے ملتا ہے پس تم میں سے ہر ایک اپنے فرض منصبی کو بجا لائے اور لوگوں کو احمدی بنانے کے درپے ہو جائے۔ پھر تم دیکھو گے کہ دشمن کیلئے ہماری کامیابی ماتم کا موجب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی دے۔ ہماری حالت کو

خطبہ جمعہ

الٰہی سلسلہ اور اُن کے دشمن

مخالفوں کی زبان سے مسیح موعودؑ کی صداقت

ازسیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ

ہر بڑی چیز کی ابتدا چھوٹی ہے

بہت سی باتیں دنیا میں ہیں۔ جن کو لوگ حقیر سمجھتے ہیں۔ جو بڑی سے بڑی بات ہے۔ وہ درحقیقت چھوٹی ابتداء رکھتی ہے۔ اشیاء کی حقیقت کو دیکھیں تو ہمیں یہی نظارہ نظر آتا ہے۔ بڑے سے بڑے درخت جو جنگل میں نظر آتے ہیں اُن کے بیج چھوٹے ہوتے ہیں۔ بلکہ بیج جو ہمیں نظر آتا ہے اس سے بھی ایک باریک ذرہ ہوتا ہے۔ جو بیج کا کام دیتا ہے۔ اور جس سے درخت پیدا ہوتا ہے۔ خواہ کوئی درخت ہو پیپل کا خواہ بڑ کا آم کا ہو خواہ جامن کا۔ اس میں ایک ذرہ ہوتا ہے۔ جس سے اتنے بڑے درخت کی پیدائش ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کی پیدائش بھی ایسی ہی ہے۔ اگر درخت کی گٹھلی کو دیکھیں۔ تو وہ بھی سارا بیج ہونے کے باوجود کچھ بڑی چیز نہیں ہوتی۔ غرض جتنے بڑے کام ہیں۔ تمام کی ابتدا نہایت ادنیٰ حالت سے ہوتی ہے۔ اور ایسی حالت ہوتی ہے۔ کہ انسان کی ننگی آنکھ اس کو دیکھ نہیں سکتی بلکہ اعلیٰ درجہ کی خوردبین سے نظر آتی ہے۔ بظاہر دیکھنے والا اور حقیقت سے ناآشنا آم اور بڑ کے درخت کو دیکھکر ان کے بیج کو دیکھے۔ تو یہی کہیگا کہ اس خفیف بیج سے اتنا بڑا درخت کیسے پیدا ہو گیا۔ اور وہ کیڑا جس کو ڈاکٹر منی کے قطرے میں حرکت کرتا ہوا دیکھتا ہے۔ ناواقف باور کب کر سکتا ہے۔ کہ اس سے انسان پیدا ہو گیا۔ وہ دانا کو ہنسے گا۔ اور اُن کو پاگل بتائیگا۔ حالانکہ وہ خود جاہل ہوگا۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا۔ کہ بڑی چیز کی ابتداء باریک شے سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ پاگل اپنے پاگل پن کے باوجود دوسرے پر ہنسی کرے گا اور یہ شخص قابل رحم ہوتا ہے۔ اس کے دماغ کی کل بگڑ گئی۔ وہ اپنی جاندار کو چھوڑتا اور مٹی کے چند ڈھیلوں پر خوش ہوتا ہے اس کو اچھی چیز بری نظر آتی ہے۔ اسی طرح ناواقف شخص قابل رحم ہے جو انکار کرے کہ چھوٹے بیج سے درخت پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔ کہ درخت چھوٹے بیج ہی سے پیدا ہوا کرتا ہے۔

آسمانی سلسلوں کی ابتدا

یہی حال آسمانی سلسلوں کا ہوتا ہے۔ یہ سلسلے بھی چھوٹے بیج سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ بیج اتنے چھوٹے ہوتے ہیں۔ کہ ان کو ننگی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ جس طرح درختوں کے بیج کا بڑھنے والا ذرہ خوردبین سے نظر آتا ہے۔ الٰہی سلسلوں کا بیج بھی خاص نگاہ ہی سے نظر آتا ہے جس طرح ایک دانا آدمی ایک بیج کو دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے۔ کہ اس میں وہ قوت ہے۔ جس سے ایک بڑا درخت پیدا ہوگا۔ اور بڑھ کر پھیل جائے گا۔ اور ہزاروں پرند اس میں بسیرا لینگے۔ اسی طرح وہ لوگ جن کو بصیرت ملی ہوتی ہے الٰہی سلسلوں کے بانیوں کی بیج کی حالت دیکھکر مان لیتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت کو کب مانا

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور ایک شخص نے بطور تمسخر حضرت ابوبکر کے پاس ذکر کیا۔ تو آپ نے محض یہ خبر سنکر ہی آنحضرت کے دعویٰ کی تصدیق کی اور ایک لحظہ کے لئے بھی شک نہیں کیا۔ جس طرح ڈاکٹر بیج کی حالت کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اسی طرح روحانی خوردبین رکھنے والے دیکھ لیتے ہیں۔ کہ یہ سلسلہ قائم ہونے والا ہے۔ چنانچہ ابوبکر صدیقؓ نے اس وقت تصدیق کی جبکہ بیج نے سر بھی نہیں نکالا تھا۔ نہ سبزی نکلی تھی۔ نہ شگوفہ محض ابھی گویا بیج تھا۔ جس وقت لوگوں نے ہنسی کی۔ اس وقت ابوبکر نے پہچان لیا۔ یہی حال حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا ہوا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو الہام ہوا تو آپ خود لرزاں تھے۔ کہ کہیں خدا کی طرف سے ابتلاء نہ ہو۔ اس وقت خدیجہ صدیقہ نے کہا۔ کہ آپ ایک مجسم رسالت وجود ہیں۔ خدا آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور یہی حال حضرت علی کا ہوا۔ انہوں نے بھی ابتدا ہی میں آپ کی تصدیق کی اگرچہ لوگوں نے ہنسی اڑائی۔ کہ ایک دوست اور بیوی اور بھائی کی تصدیق کر گویا یہ بڑے ہو گئے۔ مگر جو کچھ ان تینوں کو پہلے نظر آیا تھا وہ چند عرصہ کے بعد آہستہ آہستہ لوگوں کو نظر آنے لگا۔ مگر پہلے وہ ہنسی میں اڑاتے تھے۔ لوگوں نے بعد میں کہا اور اب بھی کہتے ہیں۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ایک ہوشیار آدمی تھے۔ اس لئے دنیا اُن کی ساتھ ہو گئی۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ کہ تمہارے باپ دادا جو آپ کے مخالف تھے۔ وہ تو ابتدا میں اس بات کے ماننے کیلئے تیار نہ تھے۔ وہ تو ہنستے تھے۔ اگر انسانی کوشش اور انسانی چالاکی سے یہ کام ہو جانے والے تھے۔ تو تمہارے باپ دادوں نے کیوں نہ اس کو مان لیا۔ وہ تو پاگل ہی بتاتے تھے غرض جتنے سلسلے بھی ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مثال تو تاریخ سے ثابت اور واضح طور پر ملتی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے جب دعویٰ کیا۔ تو یہود نے آپ پر ہنسی اڑائی۔ موسیٰ علیہ السلام کے واقعات خود قرآن کریم میں ملتے ہیں۔ آپ پر فرعون ہنسی اڑاتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ اس کو کیا ہو گیا۔ یہ ہماری روٹیوں پر پلا۔ اس کی قوم ہماری غلام ہم ان کے مردوں کو مارتے اور ان کی عورتوں کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ کیا ایسی ذلیل قوم کا ایسا فرد ہم پر عزت پا لے گا۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کے چند مخلصین تھے۔ جو اس مخالفت کے زمانہ میں آپ پر ایمان لائے۔ اور آپ سے وابستہ تھے۔ وہ فرعون کی دھمکیوں کی حقیقت کو جانتے تھے۔ اور سمجھتے تھے۔ کہ یہ اس کی گیدڑ بھبکیاں ہیں۔ اور وہ اس کی فوجوں کو مٹی کے تیلوں سے زیادہ نہیں۔ بلکہ کم سمجھتے تھے۔ یہ کیا بات تھی۔ یہی کہ انہوں نے موسیٰ میں وہ بات دیکھ لی تھی۔ اور وہ سمجھتے تھے۔ کہ موسیٰ میں وہ بات ہے۔ اور یہ وہ بیج رکھتا ہے۔ جس میں بڑھنے کی قوت ہے۔ اور وہ اتنا بڑھیگا۔ کہ جس کی حد نہیں۔ اس لئے قبل اس کے کہ وہ وقت آئے۔ کہ لوگ ہمیں اس کے نیچے بیٹھنے نہ دیں ہم قریب ہو جائیں۔ اور دکھا دیں۔ کہ سب سے پہلے ہمارا حق ہو۔

ہمارے زمانہ میں الٰہی سلسلہ

ہمارے زمانہ میں بھی بیج ظاہر

ظاہر ہوا۔ اس کی مخالفت ہوئی۔ دوربین نگاہ رکھنے والوں نے اسکو پہچان لیا۔ اور وہ جن کو چشم بصیرت نہیں ملی تھی۔ انہوں نے انکار کیا۔ اور ماننے والوں کو دکھ دینے لگے حتی کہ ان کی رشتہ دار تک اس ان کی جان کے دشمن ہوگئے۔ اور مولویوں۔ ملاؤں۔ پیرزادوں۔ گدی نشینوں نے اسکے مقابلہ میں اپنی پوری قوت صرف کرنی شروع کی۔ لیکن وہ بیج بڑھنے لگا اور اپنی کونپلیں نکالنے لگا۔ مگر ان کی مخالفتیں بیکار ثابت ہوئیں۔ اور اس سلسلہ نے ترقی شروع کر دی۔ اب جو مخالف اعتراض کرتے ہیں۔ ان کی مثال اس بزدل کی سی ہے۔ جو فوج میں شامل ہوا۔ وہاں جو لگا تیر اور خون بہنے لگا۔ تو بھاگتا بھی جائے۔ اور خون کو دیکھتا جائے۔ اور یہ بھی کہتا جائے کہ خدایا خواب ہو۔ اسی طرح تمام مخالفتوں کے باوجود خدا کا قائم کردہ سلسلہ ترقی کر رہا ہے۔ اور یہ دیکھ بھی رہے ہیں۔ مگر یہ لوگ کہتے ہیں۔ خدایا جھوٹ ہی ہو۔ اب یہ کیسے خواب ہو سکتا ہے۔ بلکہ ان میں سے اب یہ کہنے والے بھی پیدا ہوگئے ہیں۔ کہ مرزا صاحب ہوشیار آدمی تھے۔ اسلئے ان کا سلسلہ قائم ہوگیا۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ ان کے باپ دادے پہلے مخالف تو اس بات کے منکر تھے۔ اور آپ پر اور آپ کے سلسلہ پر ہنستے تھے۔ اور مخالفین کے بڑے مولوی محمد حسین نے تو کہہ بھی دیا تھا۔ کہ میں نے ہی مرزا صاحب کو بڑھایا ہے اور میں ہی ان کو خاک میں ملا دونگا۔ مگر دیکھو وہ کون مر گیا۔ اور کس کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ اور کس کا سلسلہ دمبدم ترقی کر رہا ہے ۔

مخالف کی زبان سے مسیح موعود کی صداقت

ان لوگوں کا جلسہ ہوا۔ اسمیں ایک مولوی نے بیان کیا۔ کہ مرزا صاحب اور ہماری مثال تو چور اور کتے کی ہے مرزا صاحب چور کی طرح آئے۔ اور ہم مولوی جو محافظ شریعت تھے۔ کتے کی طرح ان کے پیچھے پڑے۔ اس نے ہمیں ٹکڑے ڈال کر غافل کیا۔ اور خود مال اٹھانے کے درپے ہوگیا ۔

اس نے جو مثال بیان کی۔ اس کے کئی حصے سچے ہیں اور کئی جھوٹے۔ اس نے حضرت مسیح موعود کو چور کی طرح آنیوالا قرار دیا۔ ہم کہتے ہیں۔ یہ سچ ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ کہ مسیح کی آمد چور کی طرح ہوگی۔ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کو چور کہہ کر مان لیا۔ کہ آپ مسیح موعود ہیں اور اس نے مولویوں کو کتا کہا۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی بدتر۔ کیونکہ اس نے روٹی جو غذا ہے۔ وہ ڈالی۔ اور انہوں نے اس سے انکار کیا۔ اور مسیح کے پاس آسمانی غذا تھی انہوں نے روٹی سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ آسمانی غذا سے انکار کیا۔ اور یہ بھی یاد رکھو۔ کہ مسیح ناصری نے کہا تھا کہ بچوں سے روٹی لیکر کتوں کے آگے نہیں ڈال سکتا۔ یہ مسیح نے اسلئے کہا تھا کہ اس کے پاس روٹی تھوڑی تھی۔ مگر یہ مسیح بہت غذا رکھتا ہے۔ اور اسی لیئے اس کے متعلق کہا گیا تھا کہ وہ خزانے لٹائیگا۔ اسلئے حضرت مرزا صاحب نے جو مسیح موعود تھے۔ کتوں کے آگے بھی وہ غذائیں ڈالیں۔ مگر کتوں نے چھوڑ دیا اور اگر یہ کو کھاتے۔ تو مر جاتے۔ کیونکہ ان کو روحانیت سے لگاؤ نہ تھا۔ باقی رہا یہ کہ اسنے کہا کہ وہ بہت بھونکتے رہے اور بھونکتے ہیں۔ سو ان کا بھونکنا بے اثر ہو گیا۔ کیونکہ وہ بھونکتے ہی رہے۔ اور وہ چار لاکھ انسان کو ان سے چھین کر اپنی طرف لے آیا۔ ان کا بھونکنا تب مؤثر کہا جا سکتا تھا۔ جب وہ اکیلا رہتا ۔

پس اسنے اگرچہ مسیح موعود کو چور کہہ کر آپ کی ہتک کرنا چاہی۔ لیکن اس سے وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ جو مسیح ناصری نے کی تھی۔ اور اسنے اپنے اور اپنے ساتھی دیگر مولویوں کے لیئے کتے کا خطاب تجویز کیا۔ اور اپنے آپ کو بھونکنے والا بتایا۔ سو یہ بھی سچ ہے۔ کہ ان کا سوائے بھونکنے کے اور کوئی کام نہیں۔ اور اس سے کوئی حقیقی فائدہ نہیں۔ سوائے اسکے کہ جو بھلا مانس آئے۔ اسکو بھونک پڑے۔ یہ مسیح موعود نے خزانے معارف و حقائق کے لٹائے۔ مگر کتے جو نجاست خور تھے۔ انھوں نے وہ غذا نہ کھائی۔ بلکہ بھاگ گئے۔ ان کا کام ہڈیاں چبانا ہے۔ یہ کہتے ہیں۔ مولوی احمد نور نے بیعت فسخ کی۔ اول تو یہ جھوٹ ہے۔ دوسرے اگر درست بھی ہو تو کیا ہوا۔ یہ وہی لوگ ہیں۔ جن کو ہم نے پرے پھینک دیا۔ بات تو تب ہوتی۔ جو کسی ایسے شخص کے متعلق یہ ہو کہ متقی پرہیزگار نماز و روزہ کا پابند ہو۔ پھر ان کی کامیابی کہی جا سکتی ہے۔

بات دراصل یہی ہے۔ کہ بیج کو دیکھنے والے چند ہوتے ہیں۔ اور جوں جوں بڑھتا جاتا ہے۔ لوگ پہچانتے جاتے ہیں۔ اسی طرح جب ہمارا سلسلہ بیج کی مانند تھا۔ چند آدمیوں نے مانا۔ اور جوں جوں بڑھتا گیا۔ لوگ اپنی استعداد کے مطابق قبول کرتے گئے اور قبول کرتے جا رہے ہیں۔ اور قبول کرینگے۔ اور جب پورے درخت کی شکل اختیار کریگا۔ اسوقت جو انکار کریگا۔ وہ اندھا ہوگا۔ اور کون ہو سکتا ہے ۔

کیا مخالفوں کا ہماری مسجد کے پاس سے گذرنا انکی کامیابی ہے

وہ بہت خوش ہیں کہ ہماری مسجد اقصیٰ کے پہلی طرف سے نعرے مارتے ہوئے گذر گئے۔ اور یہ انہوں نے بڑی فتح حاصل کی۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔ وہ تو خود مانتے ہیں۔ کہ کعبہ پر گولے برسائے گئے۔ پس نعروں سے کیا ہوا۔ اگر کعبہ پر گولوں کا برسنا اس کی عظمت پر حرف نہیں لاتا۔ تو اگر وہ مسجد اقصیٰ کے پاس سے نعرے مارتے ہوئے گذر گئے۔ تو کیا ہو گیا۔

دیکھنا تو یہ ہے کہ یہ بیج نشوونما رکھتا ہے کہ نہیں۔ اس کا تو انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ بیج بڑھا اور بڑے درخت کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ اور آس پاس کے درختوں کو خشک کر رہا ہے پھر کیونکر انکار ہو سکتا ہے۔ کہ اس درخت کی خدا حفاظت کر رہا ہے۔ اگر کوئی اب بھی انکار کرے تو اس کا کوئی علاج نہیں ۔

دوستوں کا فرض

اسوقت میں اپنے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنی ہر ایک حالت میں اصلاح کریں۔ اور دشمنوں کو ہنسی کا موقعہ نہ دیں۔ اور مخالفین کے خاموش کرانے کے لئے صرف اسقدر رکھنا کافی ہے کہ تم ہمارے سلسلہ کو ناپاک اور جھوٹا اور کیا کچھ نہیں کہتے۔ لیکن یہ جو کچھ بھی ہے تیس سال سے ہندوستان اور یورپ میں امریکہ میں پھیل رہا ہے۔ اور تم جو پاک بنے بیٹھے ہو۔ وہ دن بدن تنزل میں ہے۔ اور تم لوگ حضرت مرزا صاحب کی بعثت سے قبل پادریوں سے چھپتے پھرتے تھے۔ اور تم میں سے لاکھوں انسان عیسائی ہوگئے تھے۔ پس تمہارا سچا اسلام تنزل پاتا رہا اور پا رہا ہے۔ اور ہمارا "گندہ" اسلام دن بدن دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اس پر کیا صاف طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ جو اسلام ہم پیش کرتے ہیں۔ اسکے آگے گردنیں جھکتی ہیں۔ اور وہ اسلام جو تم پیش کرتے ہو۔ اس سے نفرت کی جاتی ہے ۔

مگر میں اپنے دوستوں کو نصیحت کرونگا کہ وہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں تاکہ ہماری ترقی سرعت سے ہو۔ اور دشمن جو آج ہم پر ہنستا ہے۔ اسوقت ہم اس پر ہنسینگے تو نہیں۔ البتہ انکو معلوم کرا دینگے کہ وہ جس بیج کو کچلنا چاہتے تھے۔ وہ بڑھ گیا اور باقی سب درخت ... خشک ہو گئے۔ اور انکی سب عمارتیں منہدم ہوگئیں۔ یہ بڑی بات نہیں۔ اگر تم اپنی اصلاح کر لو۔ تو قلیل عرصہ میں تم دنیا میں پھیل جاؤ گے اور دشمن جو تم پر حملہ کرتے آتے ہے ان کو اپنے بچاؤ کی فکر ہوگی۔ اور یہ مردے کی طرح ہوں گے۔ اور انکو موقعہ نہ ہو گا کہ تم پر ہنسیں ۔

(اشتہارات)
ہر ایک اشتہار کے مضمون کا ذمہ دار خود مشتہر ہے نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور آپ کے خلیفہ اوّل حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کا مصدقہ ممیرا اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا بتایا ہوا۔

سرمہ ممیرا اور ست سلاجیت

اصلی ممیرا ایک ایسی چیز ہے۔ جو امراض چشم کیلئے بہت مفید ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور ایک مجمع کے سامنے مسجد مبارک میں ممیرا پیش کیا۔ آپ نے اسے بہت پسند فرمایا۔ اور فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے۔ جس سے لوگ ہزارہا روپیہ کماتے ہیں۔ میں نے حضور علیہ السلام کی اجازت کے بعد سلسلہ کے اخبار بدر و الحکم اور رسالہ میگزین میں اسے شایع کرایا اور خدا کا شکر ہے۔ کہ بہت سے لوگوں نے اس سے نفع اٹھایا اور میں نے بھی نفع اٹھایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

میں اس سرمہ اور ممیرا کو ہمیشہ اس نیت سے مشتہر کرتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مصدقہ ہے اور نسخہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا تجویز کردہ ہے۔ جو لوگ امراض چشم میں مبتلا ہوں یا حفظ ماتقدم کے طور پر حفاظت کے طور پر حفاظت چشم چاہتے ہیں۔ وہ اس سرمہ کا استعمال کریں۔ حضرت حکیم الامت نے اس سرمہ کے متعلق فرمایا۔ کہ

"برائے امراض چشم بسیار مفید است"

یہ سرمہ دھند۔ جالا۔ پھولا۔ پڑوال اور سرخی اور ابتدائی موتیابند اور دیگر امراض چشم کیلئے بہت مفید ہے۔ قیمت سرمہ ممیرا قسم اوّل باوجود خرچ دگنے کے بجائے تین روپے کے دو روپے فی تولہ اصلی ممیرا ۸ فی تولہ۔ یہ سرمہ جن کی آنکھیں دکھتی ہوں۔ ان کے لئے بہت مفید اور مقوی بصر ہے خصوصاً طلباء کیلئے۔

ست سلاجیت

محیط اعظم سے نقل کیا گیا جس کی عبارت یہ ہے۔ مقوی جمیع الاعضاء نافع صرع۔ تشنج۔ خدام۔ قاطع بلغم و ریاح و دافع بواسیر۔ فساد بلغم و حقان کرم شکم۔ مفتت سنگ گردہ و مثانہ۔ سلس البول و سیلان منی و بیوست و درد مفاصل وغیرہ کیلئے بہت مفید ہے۔ بقدر دانہ نخود صبح کے وقت ہمراہ دودھ استعمال کریں۔ قیمت قسم اوّل ۱۲ فی تولہ

المشتہر

(محمد نور۔ تاجر مہاجر قادیان (گورداسپور)

انجنیرنگ سکول لدھیانہ

صرف دو سال میں اس اسکول کی حیرت انگیز ترقی ملاحظہ ہو

اپریل ۱۹۱۸ء میں صرف سب اوورسیر کلاس کھولی گئی تھی جسمیں اسی سال اسّی طلباء داخل ہو گئے۔ دوسرے سال تعداد طلباء ایک سو پچیس ہو گئی۔ اکتوبر ۱۹ء سے اوورسیر کلاس بھی کھول دی گئی ہے جسمیں اسوقت تک ستر طلباء داخل ہوئے۔ جنوری ۲۱ء سے ڈرافٹسمین کلاس بھی کھول دی گئی ہے جس کے داخلہ کیلئے بہت سی درخواستیں آ رہی ہیں۔ اکثر انجنیر صاحبان نے اسکول کا معائنہ فرما کر نہایت اچھے ریمارک لکھے اسکول میں اسوقت نہایت قابل اور تجربہ کار ٹیچرز کام کرتے ہیں ہزاروں روپے کا سامان ڈرائنگ سروینگ اور لیولنگ وغیرہ کا کام موجود ہے۔

انجنیرنگ ڈیپارٹمنٹ کے آفیسر وقتاً فوقتاً طلباء کو ملازمت کیلئے بھی ہم سے طلب فرمایا کرتے ہیں غرض یہ اسکول پبلک اور ڈیپارٹمنٹ کی قابل قدر خدمات انجام دے رہا ہے۔ اسکول کے مفصل قواعد معہ نقول سرٹیفکیٹ ۲ کا ٹکٹ آنے پر مل سکتے ہیں۔

المشتہر۔ سید احمد حسن مینیجر و لالہ سکھ دیال انجنیر پرنسپل

آٹا پیسنے کی چکی

یالبے کا خراس آہنی ہلکا چلنے والا اور بیلنے ہائے ہر قسم کارخانہ میں تیار کئے جاتے ہیں۔ دیگر ڈھلائی کا کام ہر قسم عمدہ صفا تیار ہوتا ہے۔ نرخ کا بذریعہ خط و کتابت فیصلہ کریں۔

ملنے کا پتہ

مستری غلام حسین محمد شفیع آئرن فیکٹری بٹالہ ضلع گورداسپور

ایک نادر موقعہ

اندرون شہر قادیان دار الامان نزد مسجد مبارک متصل مکان مفتی محمد صادق صاحب ایک قطعہ اراضی سکنی تعدادی اندازاً ۲۰ مرلے (یعنی پانچسو مربع گز) قابل فروخت ہے جو صاحب خریدنا چاہیں۔ احقر سے طے کر لیں۔

خاکسار

سید عزیز الرحمن مالک عزیز ہوٹل قادیان دارالامان

دو عجیب تحفے

انگوٹھی نمبر ۱۔ خالص چاندی کی انگوٹھی خوشنما اور دلفریب ہونے کے علاوہ نہایت عجیب اور متبرک بھی ہے کیونکہ اسکے نگینہ پر نہایت حیرت انگیز طریقے سے بہت ہی باریک حروف میں صرف اتنی ذرا سی جگہ میں تمام سورہ الحمد شریف ایسی کاریگری اور صفائی کے ساتھ تحریر ہے کہ دیکھ کر آدمی حیران ہو جائے۔ اور بغیر دیکھے ہرگز یقین نہ آئے باوجود بے حد باریک لکھا ہونے کے ہر لفظ بالکل صاف پڑھا جاتا ہے۔ قیمت ۸ فی انگوٹھی۔ الحمد شریف کے نیچے اگر خریدار اپنا نام بھی لکھوائے تو ۱۲

انگوٹھی نمبر ۲۔ چاندی کی یہ خوشنما اور خوبصورت انگوٹھیاں خاص احمدیوں کیلئے تیار کرائی گئی ہیں۔ ان کے چھوٹے سے نگینہ پر حضرت مسیح موعود کا سب سے پہلا اور نہایت مشہور الہام "الیس اللہ بکاف عبدہ" ایسی صفائی۔ باریکی اور خوشنمائی کے ساتھ تحریر ہے جسے دیکھ کر دل باغ باغ اور طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ قیمت ۱۰ فی انگوٹھی خریدار اپنا نام بھی انگوٹھی پر لکھوائے تو ۱۲

پتہ:۔ شیخ محمد اسمٰعیل احمدی۔ پانی پت۔

چاندی کے عجیب موتی

خالص چاندی کے یہ نہایت ہی خوشنما موتی پانی پت کی قدیمی صنعت اور دیسی دستکاری کا بہترین نمونہ ہیں۔ اصلی موتیوں کی مانند گول اور صاف اور نہایت چمکدار ہیں۔ دلفریبی۔ خوشنمائی اور نفاست انمیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ پائداری چمک اور خوبصورتی میں اصلی موتیوں کو شرماتے ہیں۔ علاوہ ازیں انمیں ایک اعلیٰ درجہ کی خوبی یہ ہے کہ بد احتیاطی سے خراب یا میلے ہو جانے پر دوبارہ آسانی کے ساتھ چمکدار اور نئے ہو سکتے ہیں۔ نیز ہر وقت ایک مالی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہار بنانے۔ کنٹھا پرونے۔ بالیوں میں ڈالنے نتھوں وغیرہ میں پہننے کے لئے موتیوں کی طرح ان کے درمیان میں سوراخ ہیں نفیس۔ سستا اور خوبصورت زیور بطور ایک عجیب بیش بہا تحفے کے مستورات کو دینے کے لئے اس سے بہتر چیز نہیں ملسکتی۔ قیمت تین روپے فی درجن۔ ہماری صداقت آزمانے اور اپنے زیورات کی شان بڑھانے کے لئے بطور نمونہ کم از کم ایک درجن تو ضرور ہی طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتہ:۔ شیخ محمد انوار الدین۔ پانی پت۔

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر اخبار الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کیلئے شائع ہوا)